واقفین نو کا تعلیمی و تربیتی رسالہ

سہ ماہی | شمارہ نمبر ۲۰ | اکتوبر - دسمبر ۲۰۲۰ء

اور ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے
جو خوشخبری دیتا اور ہوشیار کرتا ہے

(سورة سبا:۲۹)
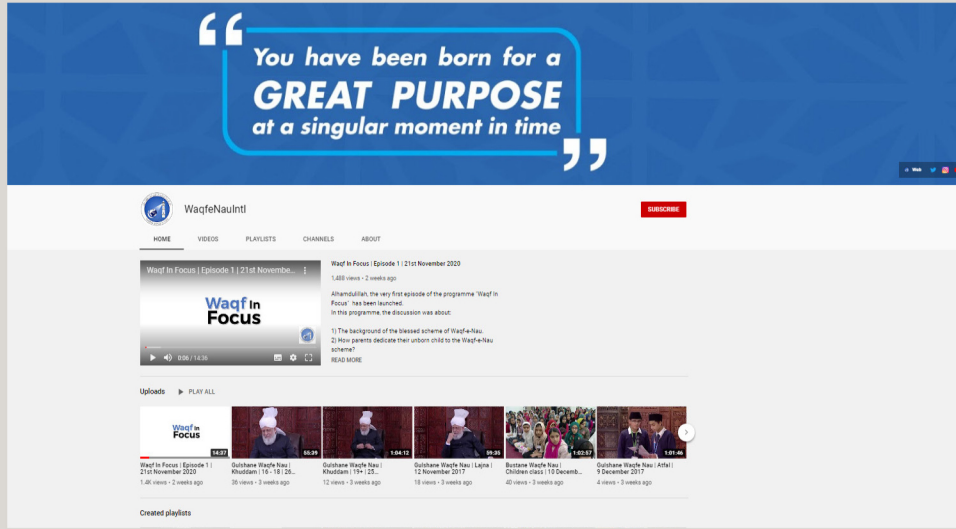
وقف نو مرکزیہ کا YouTube چینل

وقف نو مرکزیہ کا یوٹیوب چینل WaqfeNauIntl کے نام سے Youtube پر موجود ہے۔

اس چینل پر واقفین نو کے ملاحظہ و سماعت کے لیے درج ذیل مواد موجود ہے۔ اور ساتھ ساتھ نیا مواد upload کیا جارہا ہے۔

☆... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ وقفِ نو کلاسز

☆... معلوماتی پروگرامز اور دستاویزی فلمیں

☆... نصاب وقف نو کی تمام نظمیں

Waqf In Focus

"وقف اِن فوکس" کے نام سے واقفین نو کی معلومات کے لئے ایک نیا پروگرام ہمارے YouTube چینل پر موجود ہے۔ اس پروگرام میں عصر حاضر میں واقفین نو کے پیش آمدہ معاملات اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلے پروگرام میں درج ذیل موضوعات پر گفتگو ہوئی:

☆... تحریک وقف نو کا آغاز اور پس منظر

☆... والدین اپنی ہونے والی اولاد کو کس طرح وقف کر سکتے ہیں؟

☆... تعلیم حاصل کرنے کے بعد واقفین کو کیا کرنا چاہیے؟ اور

☆... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس حوالہ سے ہدایات

فہرست مندرجات

اکتوبر - دسمبر 2020ء

مجلسِ ادارت

مدیر اعلیٰ / مینیجر
لقمان احمد کشور

مدیر (اردو)
فرّخ راحیل

مجلس ادارت
صہیب احمد، عطاء الحیٔ ناصر
راشد مبشر طلحہ

معاون مینیجر
اطہر احمد باجوہ

سرورق ڈیزائن
محمد عدیل

ڈیزائن اندرون
چوہدری محمد مظہر

مدیر (انگریزی)
فرّخ احمد ارشد
editorenglish@ismaelmagazine.org

پرنٹنگ
رقیم پریس فارنہم یوکے

آن لائن (Online)
www.alislam.org/ismael
www.waqfenauintl.org
Twitter: @WaqfeNauIntl
Instagram: @ waqfenauintl

اداریہ

اتحادِ عمل اور اتحاد خیال خلافت کے ذریعہ سے تبھی پیدا کیا جا سکتا ہے اگر خلیفہ کی ہدایات پر پورے طور پر عمل کیا جائے

واقفین نَو کے لئے یہ بات نہایت اہم اور ضروری ہے کہ وہ ہر کام کو خلیفہ ٔوقت کی ہدایات کے مطابق بروئے کار لائیں تا کہ ہمارے کاموں میں برکت پڑے اور ہم بحیثیت مجموعی اسلام احمدیت کی بہترین رنگ میں خدمت کر سکیں۔ ذیل میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس ہدیہ ٔ قارئین ہے جس میں آپؓ نے خلیفہ ٔوقت کے اشارہ پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت اسلام کا ایک اہم جزو ہے اور جو اس سے بغاوت کرتا ہے وہ اسلام سے بغاوت کرتا ہے۔ اگر ہمارا یہ خیال درست ہے تو جو لوگ اس عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں، ان کے لئے اَلۡاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنۡ وَّرَائِہٖ (بخاری کتاب الجهاد باب یقاتل من ورائه) کا حکم بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ خلافت کی غرض تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اتحادِ عمل اور اتحاد خیال پیدا کیا جائے اور اتحاد عمل اور اتحاد خیال خلافت کے ذریعہ سے تبھی پیدا کیا جا سکتا ہے، اگر خلیفہ کی ہدایات پر پورے طور پر عمل کیا جائے۔ اور جس طرح نماز میں امام کے رکوع کے ساتھ رکوع اور قیام کے ساتھ قیام اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کیا جاتا ہے، اسی طرح خلیفہ ٔوقت کے اشارہ کے ماتحت ساری جماعت چلے اور اس کے حکم سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کرے۔ نماز کا امام جو صرف چند مقتدیوں کا امام ہوتا ہے جب اس کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اس کے رکوع اور سجدہ میں جانے سے پہلے رکوع یا سجدہ میں جاتا ہے یا اس سے پہلے سر اُٹھاتا ہے، وہ گنہگار ہے۔ (بخاری کتاب الاذان باب اثم من رفع رأسه قبل الامام) تو جو شخص ساری قوم کا امام ہو اور اس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی ہو، اس کی اطاعت کتنی ضروری سمجھی جائے گی۔

...چاہئے کہ امام تمہارے لئے بطور ڈھال کے ہو۔ جس طرح سپاہی ڈھال کے پیچھے چلتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ڈھال سے اِدھر اُدھر ہوا اور مرا۔ اسی طرح تم سب امام کے اشارہ پر چلو اور اس کی ہدایات سے ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہو۔ جب وہ حکم دے بڑھو اور جب وہ حکم دے ٹھہر جاؤ۔ اور جدھر بڑھنے کا وہ حکم دے اُدھر بڑھو اور جدھر سے ہٹنے کا حکم دے ادھر سے ہٹ آؤ۔" (انوار العلوم جلد 14 صفحہ 515)

Waqf-e-Nau Central Department
22 Deer Park Road, London SW19 3TL, UK
Tel: +44 (0) 20 8544 7633, Fax: +44 (0) 20 8544 7643
Email: editorurdu@ismaelmagazine.org

قال اللہ تعالیٰ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَیُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ

(الصف:8 تا10)

ترجمہ:

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جُھوٹ گھڑے حالانکہ اُسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

☆...☆...☆

قال الرسول ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْہِ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ: (وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ)۔ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَلَمْ یُرَاجِعْہُ حَتّٰی سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَہٗ عَلٰی سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: ’’لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا، لَنَالَہٗ رِجَالٌ، اَوْ رَجُلٌ، مِنْ ھٰؤُلَاءِ‘‘۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جس میں یہ آیت بھی تھی وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اسی مجلس میں سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو گا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص اس کو پا لیں گے۔

(صحیح بخاری، باب تفسیر القرآن زیر آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذاللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے جبکہ وُہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ مُوسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اُس نے معاذاللہ اس وعدہ کو پُورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امّت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذاللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر والنّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں ازخود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ اَنۡتَ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡکَ بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اُس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے، ذرا اپنے دل میں سوچے اور اُس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذاللہ جھوٹا نِکلا۔ پھر آپ ﷺ نے جو اِمَامُکُمۡ مِنۡکُم فرمایا تھا، وہ بھی معاذاللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ ﷺ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذاللہ غلط نِکلی۔ کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 14 تا 16۔ مطبوعہ 1984ء)

خلیفۂ وقت کی آواز

قرآن کی نمائش لگائی جائے، قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم کو واضح کیا جائے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”میں نے جب جماعتوں کو کہا کہ دشمنانِ اسلام قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں تو قرآن کی نمائش لگائی جائے، قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف جگہوں پر نمائشیں لگیں اور لگ بھی رہی ہیں اور اس کے بعد دنیا سے، ہر جگہ سے یہی رپورٹس آ رہی ہیں کہ جو غیر لوگ آنے والے ہیں وہ دیکھ کے کہتے ہیں کہ جو قرآنی تعلیم اور جو اسلام تم پیش کر رہے ہو یہ تو اتنا خوبصورت اسلام ہے کہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس کی مخالفت کس طرح کر رہے تھے۔ ہمارے سامنے تو اسلام کا یہ خوبصورت پہلو کبھی آیا ہی نہیں۔ یہ ہماری لاعلمی تھی۔ اکثروں کا بڑا معذرت خواہانہ لہجہ ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر لے کر جاتے ہیں۔ ان نمائشوں میں آنے والے پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے، تعلیم یافتہ مسلمان بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، دوسرے مذاہب والے بھی ہیں اور سب بلا استثناء اس کام کو سراہ رہے ہیں کہ یہ عظیم کام ہے جو تم لوگ کر رہے ہو۔ لیکن بدقسمتی سے ایک مُلّاں ہے اور ان کا بھی ایک طبقہ ہے جو بعض ملکوں میں اس نمائش کی مخالفت کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم پھیلانے کی مخالفت کرتا ہے۔

مَیں نے شاید پہلے بھی یہاں بتایا تھا کہ ہندوستان میں، دہلی میں ایک بہت بڑے ہال میں جو حکومت سے کرائے پر لیا گیا تھا، ہم نے قرآنِ کریم کی نمائش لگائی تو اُس پر وہاں کے مُلّاں نے اپنے ساتھ چند شرپسندوں کو ملا کر اتنا شور مچایا کہ وہ نمائش جو تین دنوں کے لئے لگنی تھی دو دن میں سمیٹنی پڑی۔ لیکن ان دو دنوں میں بھی اس نے اپنا بھرپور اثر قائم کیا۔ وہاں کے ایک بڑے پڑھے لکھے صاحب ہیں جن کا ایک مقام بھی ہے وہ نمائش کے بعد قادیان آئے اور پھر بتایا کہ میں پہلی مرتبہ قادیان آیا ہوں اور اس طرف سفر کر کے آیا ہوں اور چاہتا تھا کہ قرآنِ کریم اور اسلام کی اتنی عظیم خدمت کرنے والے جہاں رہتے ہیں وہ جگہ بھی دیکھوں اور پھر قادیان کی مختلف جگہیں دیکھیں اور متاثر ہوئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 دسمبر 2011ء)

☆...☆...☆

مغربی محققین اور خُدا کا عقیدہ

(قسط نمبر15)
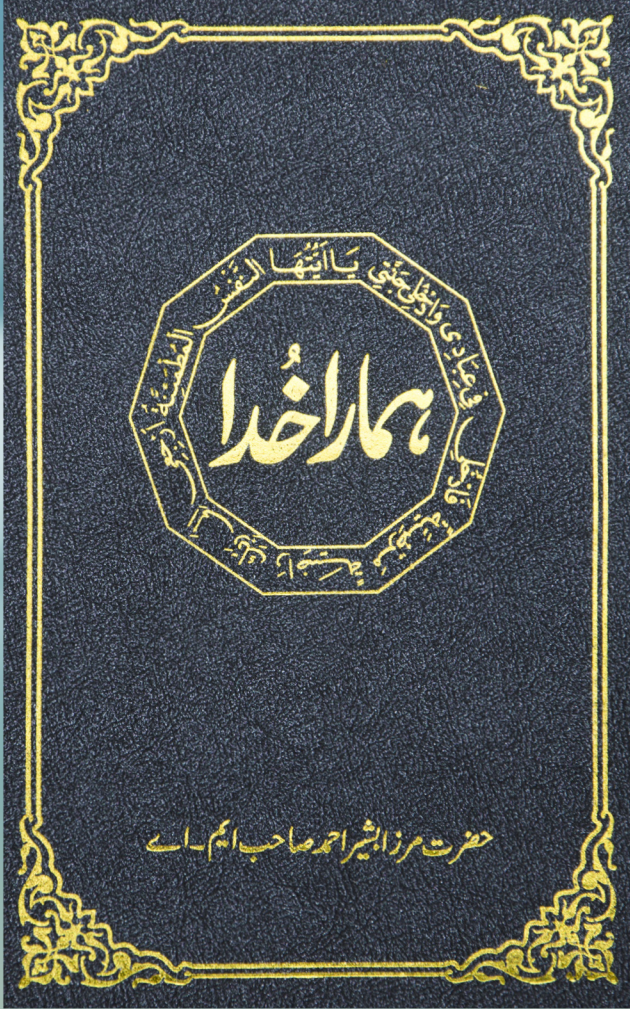
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے
14/ اکتوبر 2016ء کو کینیڈا میں واقفین نو کی کلاس میں
ایک واقفِ نو سے دریافت فرمایا:
''ہمارا خدا'' جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟
حضور انور نے فرمایا: انگریزی میں اس کا نام
Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ ہر وقفِ نو کو یہ کتاب
پڑھنی چاہئے کیونکہ آجکل دہریت کا زور ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 9/ دسمبر 2016ء)

اس دُنیا کا اپنی ابتدائی حالت میں بہت ادنیٰ اور سادہ ہونا اس کائنات کو اور بھی زیادہ پُر حکمت اور عجیب و غریب چیز ثابت کرتا ہے اور خالق فطرت کی ہستی پر ایک مزید دلیل پیدا ہوتی ہے

اس بحث کے ختم کرنے سے قبل میں مغربی محقّقین کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں جو ہر بات کو سائنس وفلسفہ کی روشنی میں مطالعہ کرنے کے عادی ہیں۔ سو جاننا چاہئے کہ اہلِ مغرب میں سے جو لوگ اس زمانہ میں ہستی باری تعالیٰ کے منکر ہوئے ہیں وہ عموماً سائنس اور فلسفۂ جدید کے نظریات سے استدلال کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کا یہ بیان ہے کہ مادہ کے اندر مختلف صورتیں اختیار کرسکنے کا جوہر طبعی طور پر پایا جاتا ہے اور مادہ میں یہ بھی ایک فطری خاصہ ہے کہ وہ ایک وقت تک ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرتا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مادی دُنیا اپنی موجودہ صورت میں کئی تبدیلیوں کے نتیجہ میں جو اصولِ ارتقاء کے ماتحت عمل میں آئی ہیں قائم ہوئی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ انسان ہمیشہ سے اسی شکل وہیئت میں نہ تھا۔ بلکہ کسی دُور کے گذشتہ زمانہ میں وہ ایک نہایت ہی ادنیٰ قسم کی چیز تھا جس نے آہستہ آہستہ ارتقاء کرکے اپنی موجودہ شکل وصورت اختیار کی ہے۔ اِسی طرح دُنیا کی دوسری چیزوں کا حال ہے کہ وہ اپنی ابتدائی حالت میں بالکل ادنیٰ اور سادہ تھیں مگر بعد میں قانونِ ارتقاء کے ماتحت آہستہ آہستہ ترقی کر گئیں۔ اسی طرح اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کی اکثر چیزیں جو اس وقت مختلف جنسوں اور مختلف صورتوں اور مختلف خواص میں نظر آتی ہیں کسی زمانہ میں ان میں اتنا اختلاف نہ تھا بلکہ دنیا اپنی ابتدائی حالت میں صرف چند محدود سادہ چیزوں کی صورت میں تھی جن سے آہستہ آہستہ ارتقاء کرکے یہ عجائب خانہ عالم پیدا ہوتا گیا۔ پس ان لوگوں کا کہنا ہے کہ موجودہ کائنات اور اس کے باریک اور مفصّل اور حکیمانہ نظام کو کسی بیرونی صانع کی دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ قانونِ ارتقاء کے ماتحت طبعی طور پر ظہور پذیر ہوا ہے۔

دوسری بات مغربی محققین یہ کہتے ہیں کہ یہ دُنیا ہمیشہ سے ایک خاص معین قانون کے ماتحت کام کرتی چلی آئی ہے اور اب بھی دُنیا کی ہر اک چیز ایک خاص قانون کے ماتحت چل رہی ہے اور ہم علمی تحقیق کے ذریعہ سے ہر تغیر اور ہر حرکت اور ہر سکون کی وجہ دریافت کر سکتے ہیں۔ اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم روز بروز قانونِ نیچر اور خواص الاشیاء اور تعلقات مابین الاشیاء کی حقیقت تک پہنچتے جاتے ہیں اور سائنس کے مختلف شعبوں مثلاً فزکس اور کیمسٹری اور میکینکس اور انتھروپالوجی اور جی آلوجی اور باٹونی اور زوآلوجی اور اناٹومی اور فزی آلوجی اور اسٹرانومی اور سائی کالوجی وغیرہ وغیرہ میں اس قدر ترقی ہو چکی اور ہوتی جاتی ہے کہ بے شمار حقائق جو اس سے قبل ایک رازِ سربستہ تھے بلکہ ہماری نظر سے بالکل ہی اوجھل تھے اب ایک منکشف شدہ حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے آگئے ہیں اور سینکڑوں غلط خیالات جو لاعلمی اور جہالت اور سلف کی بے جا اتباع کے نتیجہ میں ہمارے اندر قائم تھے اَب نئے علوم کی روشنی میں دُور ہوتے جاتے ہیں اور مسئلہ حیات اور فلسفہ بقاءِ عالم کی اصل حقیقت دن بدن منکشف ہوتی جاتی ہے۔ گویا جن باتوں کو انسان پہلے زمانوں میں اپنی عقل وفہم سے بالا سمجھ کر کسی بالا ہستی کی طرف منسوب کر دیتا تھا اب ہم انہی باتوں کو نئے علوم کی روشنی میں کسی معیّن قانونِ نیچر کا نتیجہ ثابت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اِس کارخانہ عالم کو کسی خدا وغیرہ کی طرف منسوب کرنا جسے نہ کسی نے دیکھا اور نہ محسوس کیا ایک جہالت کا خیال ہے۔

یہ وہ اعتراض ہے جو بعض مغرب کے محققین کی طرف سے ہستی باری تعالیٰ کے خلاف پیش کیا جاتا ہے، لیکن اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراض ایک بالکل بودا اعتراض ہے۔ مسئلہ ارتقاء جس کی تفصیلات میں ہمیں اس جگہ جانے کی ضرورت نہیں اور قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہے یا غلط ہے یا کس حد تک صحیح ہے اور کس حد تک غلط ہے ذاتِ باری تعالیٰ کے خلاف ہرگز بطور دلیل کے پیش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مسئلہ کائنات کے حقیقی آغاز کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالتا بلکہ اس کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ دنیا کی موجودہ چیزیں ہمیشہ سے اسی طرح نہیں بلکہ ایک ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اپنی موجودہ حالت کو پہنچی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ابتدائی ادنیٰ حالت کی چیزیں کہاں سے آئیں؟ اس کے متعلق حامیانِ مسئلہ ارتقاء علمی طور پر کوئی یقینی روشنی نہیں ڈالتے اور ظاہر ہے کہ جب تک اس دُنیا کی ابتدائی پیدائش کے متعلق کوئی روشنی نہ ڈالی جائے محض مسئلہ ارتقاء کو خدا کے انکار کے ثبوت میں پیش کرنا قطعاً کوئی اثر نہیں رکھتا۔ کیا صرف اس بات کے ثابت ہو جانے سے کہ انسان یا اس دُنیا کی دوسری چیزیں ابتدائی زمانہ میں کسی ادنیٰ قسم کی حالت میں تھیں اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کرتی کرتی موجودہ حالت کو پہنچیں، یہ استدلال جائز ہو سکتا ہے کہ اس دُنیا کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دُنیا اپنی ابتدائی صورت میں بہت سادہ تھی اور پھر مادہ کے اندرونی خواص کے ماتحت وہ زیادہ اعلیٰ اور مکمل صورت اختیار کرتی گئی تو کم از کم اس سے یہ دلیل تو باطل ہو گئی جو اوپر دی گئی ہے کہ چونکہ موجودہ کائنات جو بیشمار مختلف چیزوں کا مجموعہ ہے ایک نہایت لطیف اور حکیمانہ قانون کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ کسی بیرونی صانع اور علیم ومتصرف ہستی کے ماتحت ہے تو یہ بھی ایک جہالت کی بات ہو گی کیونکہ ان ابتدائی ادنیٰ حالت کی چیزوں کے اندر ان خواص کا پایا جانا کہ وہ ترقی کر کر کے ایک عجیب وغریب کائنات کی صورت اختیار کر لیں اور اس ترقی کے ساتھ ساتھ ہی ایک نہایت ہی پُر حکمت قانون بھی ان کے متعلق پیدا ہوتا چلا جائے خود سب عجوبوں سے بڑھ کر عجوبہ ہے۔ بلکہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو اس مادی دُنیا کی وہ ابتدائی حالت جو بیان کی جاتی ہے (قطع نظر اس کے کہ وہ درست ہے یا نہیں) موجودہ کائنات سے بھی زیادہ عجیب وغریب اور انسانی عقل کو دنگ کرنے والی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ ابتدائی حالت موجودہ دُنیا کے لئے بطور تخم کے تھی اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ تخم درخت کی نسبت زیادہ عجیب وغریب اور زیادہ پُر حکمت چیز ہوتا ہے کیونکہ اس کے اندر باوجود اس کے کہ وہ حجم میں نہایت چھوٹا اور صورت میں نہایت سادہ ہوتا ہے وہ تمام طاقتیں اور تمام خواص اور تمام کمالات بالقوّۃ طور پر مخفی ہوتے ہیں جو بعد میں درخت کے اندر بالفعل رونما ہوتے ہیں۔ پس اس دُنیا کا اپنی ابتدائی حالت میں بہت ادنیٰ اور سادہ ہونا اس کائنات کو اور بھی زیادہ پُر حکمت اور عجیب وغریب چیز ثابت کرتا ہے اور خالق فطرت کی ہستی پر ایک مزید دلیل پیدا ہوتی ہے کہ کس طرح اس نے مادہ کی اس ابتدائی ادنیٰ حالت میں یہ مخفی طاقتیں ودیعت کر دیں کہ وہ آہستہ آہستہ ایک نہایت عظیم الشان اور پُر رعب وپُر حکمت عالم کی صورت اختیار کر گیا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہی کس طرح اس کے اندر سے وہ مکمل اور حکیمانہ قانون بھی پیدا ہوتا گیا جس کے ماتحت آج دُنیا کی بے شمار عجیب وغریب چیزیں اپنے اپنے دائرہ کے اندر کام کرتی ہوئی لوگوں کی عقول کو محوِ حیرت کر رہی ہیں۔ لہٰذا یہ ایک نادانی کا فعل ہے کہ مسئلہ ارتقاء سے خدا تعالیٰ کے خلاف استدلال کیا جائے بلکہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ سے اُس کی پُر حکمت قدرتوں اور بے نظیر صنعت پر آگے سے بھی زیادہ روشنی پڑ گئی ہے۔

(ہمارا خدا۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ۔ صفحہ 71 تا 75)

(باقی آئندہ)

کیا گانا بجانا اور سینما دیکھنا اسلام میں جائز ہے؟

(مرسلہ: ندیم الرحمٰن احسان)

اسلامی دنیا میں نوجوان نسل آج کل اس سوچ کا شکار نظر آتی ہے کہ کیا گانے سننا جائز ہے اور کیا سینما جانے کی اسلام میں اجازت ہے؟

آج کے جدید سائنسی دور میں انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے جس کے ذریعے سے ہر گھر میں سینما کھل گیا ہے، ایسے دور میں ہمارے ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ فلمیں دیکھنے اور گانے سننے سے متعلق اسلامی تعلیم کیا ہے؟

خاکسار کی نظر سے حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نہایت خوبصورت تحریر گزری جو واقفین نو کے لئے بطور ہدیہ پیش ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر میں سورۃ الفرقان کی آیت 73 کی تفسیر میں لفظ 'زور' کے معانی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"زور کے پانچویں معنے مَجْلِسُ الْغِنَآءِ یعنی گانے بجانے کی مجلس کے ہیں۔ اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ رحمٰن کے بندے گانے بجانے کی مجلس میں نہیں جاتے تاکہ اُس کے زہریلے اثرات سے وہ محفوظ رہیں اور خدا تعالیٰ سے غافل ہو کر ہَوَا و ہوس کے پیچھے نہ چل پڑیں، اسی بنا پر میں نے اپنی جماعت کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ سینما نہ دیکھا کرے۔ کیونکہ اس میں بھی گانا بجانا ہوتا ہے جو انسانی قلب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے غافل کر دیتا ہے۔...

رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ گانا بجانا اور باجے وغیرہ یہ سب شیطان کے ہتھیار ہیں۔ جن سے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔ مگر افسوس ہے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی اس واضح ہدایت کو بھلا دیا اور وہ اپنی طاقت کے زمانہ میں رنگ رلیوں میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہیں اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ خلافتِ عباسیہ تباہ ہوئی تو محض گانے بجانے کی وجہ سے۔ ہلاکو خاں اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا بغداد کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا کہ معتصم باللہ ناچ گانے میں مشغول تھا اور بار بار کہتا تھا کہ تم گانے والیوں کو بلاؤ۔ بغداد پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ جو حملہ کرے گا وہ خود تباہ ہو جائے گا۔ لیکن ہلاکو خاں نے پہنچتے ہی سب سے پہلے بادشاہ کو قتل کروایا پھر اس کے ولی عہد کو قتل کیا اور پھر بغداد پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اٹھارہ لاکھ آدمی قتل کر دیئے۔ اسی طرح مغلیہ حکومت کی تباہی بھی گانے بجانے کی وجہ سے ہی ہوئی۔ "محمد شاہ رنگیلے" کو رنگیلا اسی لئے کہا جاتا

ہے کہ وہ گانے بجانے کا بہت شوقین تھا۔ بہادر شاہ جو ہندوستان کا آخری مغل بادشاہ تھا۔ وہ بھی اسی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوا۔ انگریزوں کی فوجیں کلکتہ سے بڑھ رہی تھیں۔ الٰہ آباد سے بڑھ رہی تھیں۔ کانپور سے بڑھ رہی تھیں۔ میرٹھ سے بڑھ رہی تھیں۔ سہارنپور سے بڑھ رہی تھیں اور بادشاہ کے دربار میں گانا بجانا ہو رہا تھا۔ آخر انگریزوں نے اُس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اس کی طرف بھیجے اور کہا کہ یہ آپ کا تحفہ ہے۔ اندلس کی حکومت بھی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر کی حکومت بھی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں ہی مشغول تھا مگر اتنی بڑی تباہی دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کو اب بھی یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سنیں اور وہ اپنی تاریخ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن کریم نے وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ میں بتا دیا ہے اگر مسلمان عبادالرحمٰن بننا چاہتے ہیں تو اُن کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ گانے بجانے کی مجالس کو ترک کریں۔ اور خدائے واحد سے لَو لگائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر نہیں کریں گے تو اس کے تباہ کن نتائج سے وہ محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا۔ عبادالرحمٰن کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ جب وہ لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو دنیوی لذات سے متاثر ہو کر ان میں شامل نہیں ہو جاتے۔ جیسے مسیحؑ کی امت ذکر الٰہی کو بھول کر ناچ گانے اور موسیقی میں مشغول ہو گئی بلکہ وہ اپنے نفس پر قابو رکھتے ہوئے ان میں شامل ہوئے بغیر بزرگانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں اور دنیوی لذات پر رضاءِ الٰہی کو مقدم رکھتے ہیں۔

میرے نزدیک موجودہ زمانہ میں جو لغویات پائی جاتی ہیں ان میں سب سے مقدم سینما ہے جو قومی اخلاق کے لئے ایک نہایت ہی مہلک اور تباہ کن چیز ہے اور تمدّنی لحاظ سے بھی ملکی امن کے لئے خطرہ کا موجب ہے۔ میں نے کچھ عرصہ ہوا فرانس کے متعلق پڑھا کہ وہاں کئی گاؤں صرف اس لئے ویران ہو گئے کہ لوگ سینما کے شوق میں گاؤں چھوڑ چھوڑ کر شہروں میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اور گورنمنٹ کو فکر پڑ گئی کہ اِس رَو کو کس طرح روکا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سینما اپنی ذات میں بُرا نہیں مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس کا برے طور پر استعمال کر کے اس زمانہ میں اسے انتہائی طور پر نقصان رساں اور تباہ کن بنا دیا گیا ہے۔ ورنہ اگر کوئی شخص ہمالیہ پہاڑ کے نظاروں کی فلم تیار کرے اور وہاں کی برف اور درخت اور چشمے وغیرہ لوگوں کو دکھائے جائیں۔ اس کی چٹانوں اور غاروں اور چوٹیوں کا نظارہ پیش کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا باجا یا گانا نہ ہو۔ تو چونکہ یہ چیز علمی ترقی کا موجب ہو گی اس لئے یہ جائز ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی فلم کلی طور پر تبلیغی ہو یا تعلیمی ہو اور اس میں گانے بجانے یا تماشے کا شائبہ تک نہ ہو تو اس کے دیکھنے کی بھی ہم اجازت دے دیں گے۔ اسی طرح تربیتی یا جنگی اداروں کی طرف سے جو خالص علمی تصاویر آتی ہیں جن میں جنگلوں دریاؤں کے نظارے یا کارخانوں کے نقشے یا لڑائی کے مختلف مناظر ہوتے ہیں وہ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دیکھنے سے علمی ترقی ہوتی ہے یا بعض صنعتی یا زرعی تصویریں ہوتی ہیں جن میں کسانوں کو کھیتی باڑی کے طریق سکھائے جاتے ہیں۔ فصلوں کو تباہ کرنے والی بیماریوں کے علاج بتائے جاتے ہیں۔ زراعت کے نئے نئے آلات سے روشناس کیا جاتا ہے۔ عمدہ بیج اور ان کی پیداوار دکھائی جاتی ہے۔ ایسی چیزیں لغو میں شامل نہیں کیونکہ ان کے دیکھنے سے علمی لحاظ سے انسان کو ایک نئی روشنی حاصل ہوتی ہے اور اس کا تجربہ ترقی کرتا ہے اور وہ بھی اپنی تجارت یا صنعت یا زراعت کو زمانہ کی دوڑ کے ساتھ ساتھ بڑھانے اور ترقی دینے کے وسائل اختیار کر سکتا ہے۔...

بہر حال سینما کی وہ فلمیں جو آجکل تمام بڑے بڑے شہروں میں دکھائی جاتی ہیں اور جن میں ناچ بھی ہوتا ہے اور گانا بجانا بھی ہوتا ہے یہ ایک بدترین لعنت ہے جس نے سینکڑوں شریف گھرانوں کے لوگوں کو گویا اور سینکڑوں شریف خاندانوں کی عورتوں کو ناچنے والی بنا دیا ہے۔...

سینما والوں کی غرض تو محض روپیہ کمانا ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کو اخلاق سکھانا۔ اور وہ روپیہ کمانے کے لئے ایسے لغو اور بے ہودہ افسانے اور گانے پیش کرتے ہیں کہ جو اخلاق کو سخت خراب کرنے والے ہوتے ہیں اور شرفاء جب ان کو دیکھنے جاتے ہیں تو اُن کا اپنا مذاق بھی بگڑتا ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کا بھی مذاق بگڑ جاتا ہے جن کو وہ سینما دکھانے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یا جن کو واپس آکر وہاں کے قصے سناتے ہیں۔ غرض سینما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں اگر میری طرف سے ممانعت نہ ہوتی تب بھی ہر سچے اور مخلص مومن کی روح اس سے اجتناب کرتی۔ بعض احمدی پوچھتے ہیں کہ انگریزی فلموں میں تو کوئی لغوبات نہیں ہوتی۔ اُن کو دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ حالانکہ کوئی انگریزی فلم ایسی نہیں ہوتی جس میں گانا بجانا نہ ہو اور گانا بجانا اسلام میں سخت منع ہے اور قرآن کریم کی اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ ہی نہیں بن سکتا جب تک وہ گانے بجانے کی مجلسوں سے الگ نہ ہو۔“

(تفسیر کبیر جلد نمبر 6 صفحہ 585 تا 587)

تحریک وقف نو
خلافتِ احمدیہ کی بابرکت رہنمائی

(لقمان احمد کشوَر۔ انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ لندن)

(حصہ دوم)

☆...جرمنی میں وقف نو کی ایک کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صرف توجہ ہی نہیں دلانی بلکہ ان کو بتادیں کہ اگر آپ نے کام کی منظوری نہیں لی تو آپ کا نام وقف نو سے خارج کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی وقف نو بغیر منظوری کے کام کر رہا ہے تو اس کو نوٹس دے دیں کہ اگر ایک مہینہ کے اندر اندر آپ کام کرنے کا اجازت نامہ حاصل نہیں کرتے تو آپ کو واقفین نو کی فہرست سے فارغ کر کے واپس بھیج دیا جائے گا۔

اس پر سیکرٹری صاحب وقف نو نے بتایا کہ جب ہم کام کرنے والے واقفین سے پوچھتے ہیں تو ان میں سے کئی کہتے ہیں کہ حضور انور سے ملاقات کے دوران اجازت لے لی تھی۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ملاقات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دفتر کا تحریری ریکارڈ مکمل نہ ہو۔ آپ کا ریکارڈ بہر حال مکمل ہونا چاہیے اور تحریری اجازت نامہ ہونا چاہیے۔ یہ اجازت نامہ اور ریکارڈ مرکز میں بھی جانا چاہیے۔

☆...سنگاپور میں واقفین نو بچوں سے ہونے والی ایک کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی واقف نو کے والدین کا جماعت سے اخراج ہوا ہو تو اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ اب ان کے بچے بھی وقف نو سکیم سے فارغ ہیں؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بالکل ایسا ہی ہے۔ وہ والدین جنہوں نے خود اپنا اچھا نمونہ پیش نہیں کیا تو وہ کس طرح اپنے بچوں کی ایک اچھے احمدی کے طور پر تربیت کر سکتے ہیں۔ ان کے بچے کس طرح ایک اچھے، بہتر ماحول میں پروان چڑھیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اگر والدین کو معافی مل جاتی ہے تو پھر ان کے واقف نو بچے دوبارہ وقف میں آنے کے لیے خلیفہ وقت کو لکھ سکتے ہیں۔ پھر اس بارہ میں خلیفۃ المسیح فیصلہ فرمائیں گے کہ ان کو دوبارہ شامل کرنا ہے یا نہیں۔

☆...**حضور انور نے فرمایا کہ** لڑکیوں کے لیے میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر بنیں، کسی زبان میں مہارت حاصل کریں یا ٹیچر، آرکیٹکٹ اور Historian کے پروفیشن میں جائیں۔ یا ریسرچ میں جائیں۔

☆...اس سوال پر کہ کیا ایک واقفہ نو بچی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک واقف نو سے ہی شادی کرے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ ضروری نہیں ہے لیکن خفیہ طور پر کوئی شادی نہیں ہونی چاہیے۔ واقف نو بچیاں کسی بھی احمدی لڑکے سے شادی کر سکتی ہیں لیکن لڑکا اچھے

کردار کا ہونا چاہیے اور اس شادی کے بعد بھی آپ واقفین کی طرح ہی خدمت کریں گی۔

☆...اس سوال پر کہ ہم کس عمر میں یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے وقف نو سکیم کے تحت اپنا وقف جاری رکھنا ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ

جب آپ پندرہ سال کی عمر کو پہنچیں تو اپنا وقف فارم پُر کریں اور اپنے سیکرٹری وقف نو کی وساطت سے مرکز کو بھجوائیں اور جب آپ اپنی تعلیم مکمل کرکے فارغ ہوں تو پھر بھی اپنے وقف کا عہد کریں اور سینٹر کو اس سے مطلع کریں۔

☆...اس سوال پر کہ کیا جب ہم اپنی تعلیم مکمل کرلیں تو کیا ہم بطور civil servant کام کرسکتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے اپنے وقف کا فارم پُر کیا ہوا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

از خود اس کی اجازت نہیں ہے۔ کوئی بھی کام کرنے سے قبل خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ خلیفۃ المسیح کی اجازت کے بعد ہی کوئی دوسرا کام کیا جاسکتا ہے۔

(اب حضور انور نے ہدایت فرمائی ہے کہ واقفین نو جماعتی خدمات کے علاوہ ملک و قوم کی خدمت کے لیے پبلک سروسز میں بھی جائیں۔ مگر اس سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔)

☆...حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کے حوالہ سے فرمایا کہ

دنیا میں دین کو پھیلانے کے لیے دینی علم کی ضرورت ہے اور یہ علم سب سے زیادہ ایسے ادارہ سے ہی مل سکتا ہے جس کا مقصد ہی دینی علم سکھانا ہو اور یہ ادارہ جماعتِ احمدیہ میں جامعہ احمدیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس لئے واقفین نو کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو جامعہ احمدیہ میں آنا چاہیے۔

سیکرٹریان وقف نو کو اس طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

☆...حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: وقف نو کا ایک نصاب بنا ہوا ہے۔ (یہ نصاب شعبہ وقف نو مرکزیہ کی ویب سائٹ:

WWW.WAQFENAUINTERNATIONAL.ORG

پر بھی آن لائن دستیاب ہے) اگر جماعت کا بھی ایک نصاب بنا ہوا ہے تو جب سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری وقف نو جماعتی نظام کے تحت ہی کام کررہے ہیں تو امراء اور صدران کا کام ہے کہ ان کو اکٹھا کرکے ایسا معین لائحہ عمل بنائیں کہ یہ نصاب بہر حال پڑھا جائے۔ خاص طور پر واقفین نو کو اس میں ضرور شامل کیا جائے۔

☆...8/ جنوری 2013ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

ہر ملک کی انتظامیہ ایک کمیٹی بنائے جو جائزہ لے کہ ان ملکوں کی اپنی ضروریات آئندہ دس سال کی کیا ہیں؟ کتنے مبلغین ان کو چاہئیں۔ کتنے زبان کے ترجمے کرنے والے چاہئیں۔ کتنے ڈاکٹر چاہئیں؟ کتنے ٹیچرز چاہئیں جہاں جہاں ضرورت ہے۔ اور اس طرح مختلف ماہرین اگر چاہئیں تو کیا ہیں؟ مقامی زبانوں کے ماہرین کتنے چاہئیں۔ یہ جائزے لے کر تین سے چار مہینے کے اندر اندر اس کی رپورٹ ہونی چاہیے اور شعبہ وقف نو اس کو Proper Follow Up کرے۔

☆...جو بچے جامعہ احمدیہ سے تعلیم حاصل نہیں کرتے، ان کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سنگاپور میں ارشاد فرمایا تھا:

جو واقفین نو بچے جامعہ نہیں جائیں گے تو وہ دینی تعلیم (Religious Knowledge) کہاں سے حاصل کریں گے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب انڈونیشیا کو ہدایت فرمائی کہ ایک کمیٹی بنائیں۔ ایسے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے سلیبس ہو۔ جس میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو، احادیث ہوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہوں۔ مبلغین جو اردو زبان جانتے ہیں وہ کتب کا ترجمہ کرسکتے ہیں، بعض انگریزی سے کرسکتے ہیں۔ **حضور انور نے فرمایا کہ بیس بائیس سال کی عمر تک ہر واقف نو کو قرآن کریم کا ترجمہ آنا چاہیے۔ کم از کم سوا حادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے کچھ حصے ضرور آنے چاہئیں۔**

☆... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امیر صاحب جرمنی کو ہدایت فرمائی کہ شعبہ وقف نو کا کام بھی بہت زیادہ ہے۔ ان کے پروگراموں کا جائزہ لینے کے لیے نگرانی کے لیے کسی اور کو مقرر کردیں۔ آپ وقف نو کے لیے بے شک اسسٹنٹ سیکرٹری بنالیں۔

اب وقف نو کا کام مزید بڑھ گیا ہے اور طلباء کی تعلیم میں رہنمائی کا ایک بہت بڑا کام اور ذمہ داری ہے۔ اس لئے ایسا اسسٹنٹ سیکرٹری بنائیں جو یہاں کا پڑھا ہوا ہو اور اس کا علم اور معلومات بھی وسیع ہوں اور اسے یہاں کے تعلیمی نظام پر بھی عبور حاصل ہو۔ یہاں کے سکول، کالج اور یونیورسٹی کے سسٹم اور طریق کار کو جانتا ہو۔

حضور انور نے فرمایا:

جہاں تک کونسلنگ اور واقفین نو کی رہنمائی کا تعلق ہے تو اس کام

کے لیے ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہیے جس میں ایسے ممبران شامل ہوں جو کہ ماڈرن سائنس اور دیگر مضامین کا اچھا علم رکھنے والے ہوں۔

حضور انور نے فرمایا:

شعبہ کو ایک شکوہ ہے کہ بعض والدین وقف کرنے کے بعد حوالہ نمبر ملنے کے بعد مقامی جماعت اور مرکزی دونوں سے تقریباً لاتعلق ہو جاتے ہیں یا ویسے رابطہ نہیں رکھتے جیسا کہ رکھنا چاہیے۔ اور پھر ایک سٹیج پر پہنچ کے جب شعبہ یہ کہتا ہے کہ رابطہ نہیں ہے آٹھ دس سال گزر گئے ہیں ان کو نکال دیا جائے، تو اس وقت پھر شکوے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے حوالہ نمبر ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب رابطہ ختم کر لیا اور وقف نو ہو گیا۔ مسلسل رابطہ دفتر سے اور اپنے نیشنل سیکرٹری شعبہ سے بھی اور مرکز سے بھی قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر واقفین نو اور واقفات نو کا نصاب مقرر ہے جو پہلے تو صرف بنیادی تھا۔ اکیس سال تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کا یہ نصاب مقرر ہو چکا ہے۔ اس کو پڑھنا بھی چاہیے اور اگر امتحان وغیرہ ہوتے ہیں تو اس میں بھرپور شمولیت اختیار کرنی چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا:

پھر اسی طرح ہر ملک میں واقفین نو کے لئے کیریئر گائیڈنس کمیٹی (CareerGuidanceCommittee) بھی ہونی چاہیے جو جائزہ لیتی رہے اور مختلف فیلڈز میں جانے والوں کی رپورٹ مرکز بھجوائے یا جن کو مختلف فیلڈز میں دلچسپی ہے، ان کے بارہ میں اطلاع ہو، پھر مرکز فیصلہ کرے گا کہ آیا اس کو کس صورت میں اجازت دینی ہے۔ اور پھر یہ بھی جیسا کہ میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے والے واقفین نو اپنے تجدید وقف نو کے عہد کو نہ بھولیں، لکھ کر بھجوایا کریں۔ بانڈ (Bond) لکھیں۔ اسی طرح واقفین نو کے لیے ایک رسالہ لڑکوں کے لیے "اسماعیل" اور لڑکیوں کے لیے "مریم" شروع کیا گیا ہے۔ جرمن اور فرنچ میں بھی اس کا ترجمہ ہونا چاہیے۔ اگر تو ایسے مضامین ہیں جو وہاں کے مقامی واقفین نو واقفات نو لکھیں تو وہ شائع کریں۔ نہیں تو یہاں سے مواد مہیا ہو سکتا ہے اور اس کو یہ اپنی اپنی زبان میں شائع کر لیا کریں۔ اردو کے ساتھ مقامی زبان بھی ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جیسا کہ میں نے کہا کہ سیکرٹریان وقف نو کو بھی فعال ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اگر یہ فعال ہوں گے تو پھر متعلقہ جماعتوں کے اپنے واقفین نو بچوں سے معلومات لے کر مرکز کو مطلع بھی کریں گے اور پھر مرکز یہ بتائے گا کہ کیا کام کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔ یا کیا آگے پڑھنا ہے یا پڑھائی مکمل کرنے کے بعد مرکز میں اپنی خدمات پیش کرنی ہیں۔ خود ہی فیصلہ کرنا واقف نو کا کام نہیں ہے۔ نہ ان کے والدین کا۔ اگر خود فیصلہ کرنا ہے تو پھر بھی بتادیں کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اب میں وقف نو میں رہنا نہیں چاہتا تا کہ اس کو وقف نو کی فہرست سے خارج کر دیا جائے۔ گو کہ اب تک یہی ہدایت ہے کہ پندرہ سال کے بعد جب اپنا وقف کا فارم فل (Fill) کر دیا تو پھر واپسی کا کوئی رستہ نہیں ہے۔ لیکن اب میں یہ راستہ بھی کھول دیتا ہوں۔ تعلیم مکمل کر کے دوبارہ لکھیں۔ اور یہ لکھوانا بھی سیکرٹریان وقف نو کا کام ہے اور اس کی مرکز میں باقاعدہ اطلاع ہونی چاہیے کہ ہم نے یہ تعلیم مکمل کر لی ہے اور اب ہم اپنا وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں رکھنا چاہتے۔

نیز حضور انور نے فرمایا ہے:

اسی طرح یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یونیورسٹیوں میں پڑھنا چاہیں تو بتادیں اور پہلے اجازت لے لیں۔ اور جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر چکے ہوں اور اپنا وقف میں رہنا بھی کنفرم کیا ہوا ہو تو ان کے لیے بھی لازمی ہے کہ وقتاً فوقتاً جماعت سے رابطہ رکھیں کہ اب ہم کام کر رہے ہیں۔ کام کرنے کا عرصہ اتنا ہو گیا ہے۔ فی الحال اکثریت کو اجازت دی جاتی ہے کہ اپنے کام جاری رکھیں۔ جب جماعت کو ضرورت ہو گی بلا لے گی۔ لیکن ان کا کام یہ ہے یہ ہر سال اس کی اطلاع دیتے رہیں۔ اسی طرح جو دوسرے پیشے کے لوگ جو اعلیٰ تعلیم تو حاصل نہیں کر سکے لیکن دوسرے پیشوں میں مختلف قسم کے skills ہیں، professions ہیں، ان میں پہلے چلے گئے ہیں تو ان کو بھی اپنی ٹریننگ یا ڈپلومہ وغیرہ مکمل کرنے کے بعد اطلاع کرنی چاہیے۔

☆...2005ء میں سویڈن میں واقفین نو بچوں سے کلاس کے دوران **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کلاس کے بچوں سے بھی دریافت فرمایا کہ کس کس کو اردو پڑھنی آتی ہے۔ حضور انور نے فرمایا جس طرح اس بچے نے اردو زبان سیکھی ہے تو باقی بچے بھی اسی طرح سیکھ سکتے ہیں۔**

حضور انور نے بچوں سے فرمایا کہ آپ سب اردو زبان سیکھیں۔ آپ نے کل کو بڑے ہونا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اردو کتب پڑھنی ہیں، پھر ان کتب کے تراجم کرنے ہیں۔ اس لئے آپ کو اردو آنا ضروری ہے۔ ضروری نہیں کہ سب ڈاکٹر ہی بنیں۔

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچوں سے دریافت فرمایا کہ آپ نے بڑے ہو کر کیا بننا ہے؟ فرمایا کتنے ہیں جنہوں نے مبلغ بننا ہے، کتنے ہیں جنہوں کمپیوٹر سائنس میں جانا ہے؟

حضور انور نے فرمایا آپ میں سے ہر ایک کو دین کا علم ہونا ضروری ہے۔

☆...دنیاداری میں پڑنے والوں سے متعلق ایک اہم ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

ان بچوں سے جو پندرہ سال کی عمر تک پہنچ چکے ہیں مسلسل رابطہ رکھیں اور ان کو بتائیں کہ وہ پروفیشن لیں جو جماعت کے لیے مفید ہے۔ بعض بچوں نے ملاقاتوں کے دوران کہا کہ میں بزنس مین بنوں گا کیونکہ باپ بزنس مین ہے۔

حضور انور نے فرمایا جنہوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے ان کو تو مال کے بارہ میں نہیں سوچنا چاہیے۔

☆...واقفین نو کا مختلف شعبوں میں تقرر کے حوالہ سے حضور انور نے فرمایا:

آئندہ ملکوں میں جہاں واقفین نو موجود ہیں وہاں کارکن مقرر کرنے کا سوال ہو اور قابل واقفین نو اور واقفات نو موجود ہوں اور مطلوبہ معیار پر پورا اترتے ہوں تو ان کو کارکن رکھنے کے لحاظ سے ترجیح دی جائے۔ مثلاً استاد، ڈاکٹر اور دیگر مختلف آسامیاں۔

☆...سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بنام مکرم وکیل اعلیٰ صاحب مکتوب گرامی 22/ستمبر 2007ء میں ہدایت فرمائی تھی:

وقف نو کا سیکرٹری اپنی طرف سے کسی لجنہ کو اپنی ٹیم میں شامل نہیں کر سکتا۔ انہوں نے واقفات نو کے جو پروگرام کروانے ہوں وہ صدر لجنہ کو دے دیا کریں۔ جو اپنی لجنہ کے ذریعہ اس پروگرام پر عمل کروا کر اپنی رپورٹ انہیں دے دیا کریں۔ اس میں نصاب کا پڑھانا، کلاسیں اور اگر ضرورت ہو تو علیحدہ اجتماع شامل ہے۔ لجنہ میں ایک معاون صدر میں نے اس کام کے لیے مقرر کی ہوئی ہے۔ جہاں نہیں وہاں صدر لجنہ مقرر کرلیں اور مجھ سے منظوری لے لیں۔

(یہاں یہ بات بھی ذکر کر دی جائے کہ اب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے بعض ممالک جہاں واقفین نو کی تعداد زیادہ ہے، مجلس خدام الاحمدیہ کی نیشنل عاملہ میں بھی ایک معاون صدر برائے وقف نو مقرر ہوتا ہے۔)

☆...نائب امیر جماعت جرمنی برائے شعبہ وقف نو نے واقفین نو بچوں کے حوالے سے دو امور میں رہنمائی کے لیے حضور انور کی خدمت میں تحریر کیا تھا کہ

1۔ بعض بچے جنہوں نے وقف کنفرم کر دیا ہوا ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر پاتے اور کوئی دوسری پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یا تعلیمی سلسلہ منقطع کر چکے ہیں اور اگر ملازمت کرنا چاہتے ہیں تو کیا ملازمت شروع کرنے سے پہلے انہیں حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کرنی ہوگی؟

2۔ جن بچوں نے وقف کنفرم کر دیا ہوا ہے۔ اور وہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں تو کیا ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس فیلڈ میں آگے پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس فیلڈ کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح یا وکالت وقف نو سے حاصل کریں۔ مثلاً فوج کی نوکری، بینک کی نوکری، پوسٹ کی نوکری یا عام مارکیٹوں میں سیلز مین شپ وغیرہ کی فیلڈ وغیرہ۔

حضور انور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پس وقف نو کے کام زائد ہیں جو انہوں نے کرنے ہوتے ہیں۔ اس پہلو سے ان کے پروگرام ذیلی تنظیموں سے الگ بھی ہوں گے اور ذیلی تنظیموں کے ساتھ بھی۔ ذیلی تنظیمیں سب کے لیے عام ہیں مگر وقف نو کی سکیم صرف ان ہی کے لیے ہے جو باقاعدہ اس میں شامل ہیں۔ اگر کسی پروگرام میں دونوں کی تاریخ ایک ہی ہے تو وقف نو والے اپنا پروگرام بدلیں اور بچے ذیلی تنظیم کے پروگرام میں شامل ہوں۔ جہاں تک نصاب کا تعلق ہے۔ وقف نو کے بچے ذیلی تنظیموں کے نصاب کا امتحان بھی دیں ان کے اجلاسوں میں بھی شامل ہوں۔

پندرہ سال کی عمر سے زائد وقف نو بچوں اور بچیوں کے اکٹھے پروگرام بنانے کی بالکل اجازت نہیں اور نہ ہی ایسے اکٹھے پروگرام بنانے مناسب ہیں۔

☆...نیشنل مجلس عاملہ جماعتِ احمدیہ آسٹریلیا کے ساتھ میٹنگ منعقدہ 18/اپریل 2006ء میں سیکرٹری صاحب واقف نو سے حضور انور نے دریافت فرمایا:

کیا آپ نے 15 سال کی عمر کو پہنچنے والے بچوں کا جائزہ لے لیا ہے۔ اس پر سیکرٹری صاحب وقف نو نے بتایا کہ سوائے ایک کے باقی سب تیار ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا جو تیار نہیں اس پر زور نہیں دینا۔ والدین کو بھی سمجھا دیں کہ اس پر زور نہیں دینا۔

(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

شہسوار علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

(افتخار احمد)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ (القلم:2) ترجمہ: ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس سے لکھی جانے والی تحریروں کی قسم کھائی ہے۔ اس بات کو پیش کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب آنحضرت ﷺ کے خلاف ایسی تحریریں شائع ہوں گی جن میں آپ کی کردار کشی کی جائے گی۔ پھر انکا جواب قلم کی طاقت سے دیتے ہوئے آپ ﷺ کا انسان کامل، رسول معصوم اور خدا کا محبوب ہونا ثابت کیا جائے گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے بیہودہ اعتراضات، تحریرات اور خرافات کا مقابلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحیثیت سلطان القلم ہو کر کیا اور اسلام و بانیٔ اسلام کی عظمت اور اس کی بلند و ارفع شان کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مسیح کی آمد ثانی کے متعلق حدیث میں مروی ہے کہ

یَفِیضَ الۡمَالُ حَتّٰی لَا یَقۡبَلَهُ أَحَدٌ

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریمؑ)

یعنی وہ مال لٹائے گا یہاں تک کہ لینے والا کوئی نہ ہو گا۔

اس حدیث میں مال سے مراد دنیاوی مال نہیں بلکہ وہ روحانی مائدہ اور تعلیم ہے جس کے لیے انبیاء مامور ہوا کرتے ہیں۔ اس دور میں بھی امام مہدی و مسیح آخر الزمان نے دنیا کو روحانی خزائن عطا کئے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے چنیدہ بندوں کو اس کرۂ ارض پر اپنے دین کی اشاعت کی غرض سے اور بنی نوع انسان کو خدا کی طرف مائل کرنے کے لیے بھیجتا رہا ہے۔ خدا کی یہ سنت اب بھی جاری ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی نبی، پیغمبر یا بزرگ ہستی کو خدا نے اس خدمت پر مامور کیا تب ہر دور میں واضح نشانات کے ہوتے ہوئے مامورین کی ناحق مخالفت کی گئی۔ ایسے گوناگوں حالات میں اللہ تعالیٰ اپنی تعلیم کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانے کے لئے ایسے الہامی رنگ اور قوت کو ظاہر کرتا ہے کہ عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے۔ چنانچہ جب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے توحید کا پرچار شروع کیا تو کفار مکہ کے مظالم کے باعث حالات زندگی آپ پر تنگ ہونے لگے مگر زندہ خدا نے اپنے پیارے کے حق میں ایسے ایسے معجزے ،بشارات اور تائیدات ظاہر کیں کہ ان واقعات کو پڑھ کر ایمانی طاقت نصیب ہوتی ہے۔

نبی کا ہتھیار دعا کے علاوہ کیا ہے؟

خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھیں کہ جس مامور و مرسل کی آواز کو ناحق دبانے کی کوشش کی گئی تو اسی مرسل یعنی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ببانگ دہل یہ اعلان کروایا کہ میں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے جامع اور افضل کلمات عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے آخری زمانہ میں بھی ایک موعود مسیح و مہدی کے آنے کی بشارات دیں اوراس کا آنا اپنا آنا قرار دیا۔

گھپ اندھیرا تھا جہالت کا، دِیا جلنا ہی تھا
منزل مقصود پر جانا تھا تو چلنا ہی تھا
کفر اور تثلیث کے سورج کو بھی ڈھلنا ہی تھا
اور خدا نے اپنا وعدہ پورا تو کرنا ہی تھا
رب کعبہ کی طرف سے آیا وہ بن کر حکم
شہسوار علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

(عبدالکریم قدسی)

یفیض المال سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی تحریروں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سند ملی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ، مسیح آخر الزمان کو جہاں اللہ تعالیٰ نے ذہنی خلق اور روحانی قوتیں عطا کیں وہیں تحریری قوت میں بھی ملکہ عطاء فرمایا۔ اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

"ید بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار می بینم"

یعنی اس کا وہ روشن ہاتھ جو اتمام کے حجت کی رو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے، پھر میں اس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یعنی ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گذر گیا کہ جب ذوالفقارِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اس امام کو دے دے گا اس طرح پر کہ اس کے چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔ سو وہ ہاتھ ایسا ہو گا کہ گویا وہ ذولفقار علی کرم اللہ وجہہ ہے جو پھر ظاہر ہو گئی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہو گا اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔" (نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 ص375)

نیز فرمایا:

"پادریوں کے مقابلے میں ...ہماری جنگ ان کے ہم رنگ ہے۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہیے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔" (تذکرہ: صفحہ 73)

آپؑ کے قلمی جہاد کا آغاز 1872ء سے ہوا جب اخبارات میں آپ نے مضامین شائع کروانے شروع کیے۔ بنگلور کے دس روزہ اخبار منصور محمدی 25/ اگست 1872ء کی اشاعت میں آپ نے دنیا کے تمام مذاہب کو چیلنج کیا کہ سچے مذہب کی نشانی یہ ہے کہ اس نے سچائی پر کاربند ہونے کے لئے زوردار تلقین کی ہو۔ یہ معیار قائم کرکے آپ نے پورے وثوق کے ساتھ اعلان شائع کروایا کہ آپ ہر اس غیر مسلم کو 500 روپے بطور انعام ادا کرنے کے لیے تیار ہیں جو اپنی مسلمہ کتب سے ان تعلیمات کا ایک تہائی حصہ بھی دکھادے جو آپ اسلام کی مسلمہ مستند کتب سے نکال کر دکھائیں گے۔ چنانچہ یہ چیلنج کسی نے قبول نہ کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائی، آریہ سماج، برہمو سماج سب منظم شکل میں اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ایک اور شاہکار جو آپؑ نے اس زمانہ میں باطل کو دفع کرنے کے لیے بطور تریاق کے پیش فرمایا وہ معرکۃ الآرا کتاب براہین احمدیہ ہے۔ آپ نے اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی تلوار کی طرح ذوالفقار علی قرار دیا جو حضرت علیؓ کی تلوار کی طرح باطل شکن تلوار ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں آپ نے تمام مذاہب کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت محمد ﷺ کے ان دلائل کا جو قرآن کریم سے اخذ کر کے بیان کیے گئے ہیں اپنی الہامی کتاب سے اس کا نصف، ثلث، ربع یا خمس حصہ پیش کرکے یا اگر بکلی پیش نہ کر سکے تو میرے ان دلائل کو ہی توڑ کر دکھا دے تو آپؑ اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے نام کر دیں گے۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے عیسائیت کی منظم تحریک پاش پاش ہونے لگی اور مسلمانان ہند جو کفریہ حملوں سے مایوس ہو چکے تھے خوشی و مسرت کے شادیانے بجانے لگی اور انہوں نے اس عظیم الشان کتاب کو اسلام کا ایک سنہری شاہکار قرار دیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب کے حوالہ سے 200 صفحات پر مشتمل ایک ریویو لکھا جس میں انہوں نے اس کتاب کو چودہ سو سال میں واحد اسلامی خدمت قرار دیا۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر

سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں... مولف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے۔ اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبوت محمدیہؐ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کر لے"۔(رسالہ اشاعۃ السنہ)

براہین احمدیہ کے ایک اور تبصرہ نگار لدھیانہ کے باکمال بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب ہیں جنہوں نے آپؑ کے اعلیٰ مقام کو شعری زبان میں اس طرح بیان فرمایا کہ

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لیے

ایک یادگار اور عظیم الشان موقع یہ بھی تھا جب آپؑ کو ایک مجلس میں دیگر مذاہب کے سامنے اسلام کی برتری اور فوقیت ظاہر کرنے کی توفیق ملی۔ اس مضمون کے سننے کے بعد ہر کس و ناکس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "مضمون بالا رہا"۔ یہ واقعہ 1896ء کا ہے جب آپؑ کی معرکۃ الآرا کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی جو لیکچر کی صورت میں جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں پیش کی گئی۔ ناسازیٔ طبع کے باوجود آپؑ نے اس مضمون کو مکمل فرمایا اور اس کی الہامی سند آپؑ کو خدا تعالیٰ سے ان الفاظ میں ملی کہ "مضمون بالا رہا"۔ آپؑ نے کامل ایمان کے ساتھ اس خبر کو شائع فرمایا۔

"در کلام تو چیزے است کہ شعراء را در آں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ۔(تذکرہ:508)

تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے، تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔"

سارے ملک میں اس کا چرچا تھا۔ آخر وہ تاریخی دن آ پہنچا جب یہ مبارک مضمون مذاہب کے نمائندگان کے سامنے پڑھ کر سنایا جانا تھا۔ ایک وسیع ہال اپنی تمام تر وسعت ہونے کے باوجود ناکافی ثابت ہوا۔ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مضمون ابھی بہت سا باقی تھا کہ مقررہ وقت ختم ہو گیا چنانچہ لوگوں کے اصرار پر وقت بڑھایا گیا، پھر بھی مکمل نہ ہوا تو جلسہ کے پروگرام میں ایک روز کا اضافہ کیا گیا۔ اس مضمون پر جو تبصرے ہوئے وہ اس کے کامل اور جامع ہونے کی بین دلیل ہے۔

24 / جنوری 1897ء کے شمارے میں کلکتہ کے اخبار "جنرل و گوہر آصفی" نے لکھا:

"صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا... خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین، مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب سے بالا ہے، بالا ہے۔"

اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی نے یکم جنوری 1897ء کو خبر شائع کی کہ "عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا... مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس قدر آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں"

آپؑ کی ان تمام تر اسلامی جدوجہد اور علمی اور دفاعی کوششوں کا اس قدر ڈنکا بجا کہ کوئی آپ کی تعریف کیے بغیر رہ نہ سکا۔

چنانچہ مدیر سیاست مولانا سید حبیب صاحب آپؑ کی اسلامی کاوشوں کے متعلق بیان کرتے ہیں:

"اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا... مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دئے۔"

(تحریک قادیان، صفحہ 208)

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

آپؑ ان مضمون نگاروں میں سے نہ تھے جو کبھی کبھار لکھتے تھے بلکہ اپنی 36 سالہ تحریری دور میں آپ نے زندہ لٹریچر 80 سے زائد کتب کی صورت میں دنیا کو دیا۔ قلم پر آپ کا اقتدار کسی ایک مضمون میں نہ تھا بلکہ آپ نے اسلام کی صداقت کے دلائل دیئے، قرآن کریم کے فضائل بیان فرمائے، تفاسیر لکھیں، مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب دیے، وید اور قرآن کا موازنہ پیش فرمایا، وفات مسیح ناصری کے قرآنی دلائل دیے، وحی و الہام کی حقیقت بتائی غرض زندہ خدا اور زندہ رسول ﷺ کی حقیقت کو دنیا کے سامنے آشکار کیا۔ آپؑ نے یہ سب کچھ ایک زبان میں نہیں لکھا بلکہ عربی میں بھی لکھا، فارسی میں بھی لکھا، اردو میں بھی لکھا۔ نثر میں بھی اور نظم میں بھی لکھا تاکہ ہر ذوق کا شخص اپنے فہم کے مطابق اس چشمہ سے سیراب ہو سکے۔

باقی صفحہ نمبر 25 پر

لاک ڈاؤن ڈائری

مکرم عابد وحید صاحب (انچارج پریس اینڈ میڈیا آفس) کی ذاتی ڈائری میں سے انتخاب

کورونا وائرس کی وجہ سے دنیا بھر میں حالات یکلخت تبدیل ہوئے ہیں۔ کبھی انفیکشن کی شرح کم ہوتی نظر آتی ہے اور کبھی دوبارہ بڑھنے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ حالات کب تبدیل ہوں گے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کچھ ہدایات جو مکرم عابد وحید خان صاحب کی ذاتی ڈائری میں سے لی گئی ہیں واقفین نو کے لیے شامل اشاعت ہیں۔

صفائی اور حفظان صحت کی اہمیت

مَیں نے حضور انور کو اطلاع دی کہ اب یوکے میں کورونا وائرس کے مریضوں کی تعداد اپنے عروج پر ہے اور پچھلے 24 گھنٹوں میں یہ تعداد 900 سے زائد تھی۔

مَیں نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ حکام کی توجہ اب اس طرف بھی مبذول ہو رہی ہے کہ تناسب کے لحاظ سے کورونا وائرس سے بُری طرح متاثر ہونے والوں میں ethnic minorities کی شرح بہت زیادہ ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا:

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں ذاتی طور پر بھی اور ہمارے گھروں وغیرہ میں بھی حفظان صحت کے لئے صفائی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے چاہئیں۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو اسلام کے معیار کو فوقیت دیں۔ اس طرح انفیکشن کا خطرہ کم ہو جائے گا۔

حضور انور نے مزید فرمایا:

میری ہدایت پر کل اسلام آباد میں رہائشی حصوں اور عام جگہوں کی جراثیم کشی کی گئی۔ اس کے علاوہ یہاں دفتروں اور گھروں میں دھونی دی جارہی ہے کیونکہ جراثیم کو مارنے کا یہ ایک ذریعہ ہے۔ آپ کو بھی اپنے گھر میں ایسا کرنا چاہیے۔

وبا کے دوران رمضان

10/اپریل کو مَیں اسلام آباد میں ملاقات کے لیے حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا... میں نے پوچھا کہ کیا اس سال اس وبا کی وجہ سے رمضان پر کچھ اثر پڑے گا؟

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا:

وبا ہو یا نہ ہو رمضان کی برکات ہمیشہ قائم رہیں گی۔ عام حالات میں یہ نہایت ضروری ہے کہ نماز باجماعت ادا کی جائے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ مسجدوں میں عبادت کے لیے ہمارے جمع ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس طرح مسلم امت میں اتحاد بڑھتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

لیکن جہاں کوئی بیماری یا وائرس پھیل رہا ہو تو مسجد کے حقوق میں یہ داخل ہے کہ نمازی مسجد میں نمازیں ادا کرنے سے گریز کریں۔ ایسے وقت میں ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ تنہائی میں عبادت کرنے کے ساتھ بھی بہت سی برکات وابستہ ہیں اس لئے احمدیوں کو اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھنے کے لئے اپنے گھروں میں اس کی عبادت کرنی چاہئے۔

حضور انور نے مزید فرمایا:

نماز باجماعت ہمیں بحیثیت امت اتحاد میں بڑھاتی ہے تاہم جب ایک شخص اکیلے میں عبادت کرتا ہے تو وہ حقیقی طور پر اپنے دل کو اللہ کے حضور کھولنے کے قابل ہو سکتا ہے اور اس کی قربت میں بڑھ سکتا ہے۔ ایسے وقت میں اکثر لوگ گھروں میں اپنی عام 'دنیاوی بندشوں' سے آزاد ہوتے ہیں اس لئے پہلے سے زیادہ انہیں اپنی راتوں کو تہجد میں گزارنا چاہئے اور دعائیں کرنی چاہئیں اور دن بھر میں قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔

حضور انور کے الفاظ کی خوبصورتی نے مجھے حیرت میں ڈال دیا جس سے ظاہر تھا کہ ہمیں ہر وقت اپنے حالات کو بہترین رنگ میں گزارنا چاہئے۔

ایم ٹی اے کی برکات

(قمر الدین)

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ

(الشعراء:4)

یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر ایک ایسا نشان اُتار دیں کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھکی کی جھکی رہ جائیں۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں:

"ایک منادی آسمان سے آواز دے گا جسے ایک نوجوان لڑکی پردے میں رہتے ہوئے بھی سنے گی اور اہل مشرق و مغرب بھی سنیں گے"۔

(بحار الانوار جز 52 صفحہ 285 از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے امام مہدی کے متعلق فرمایا:

"پھر ایک ایسی ندا آئے گی جو دور سے اسی طرح انسان سنے گا جیسے وہ نزدیک کی آواز سنتا ہے"۔

(امام مہدی الزمان از محمد علی دخیل۔ ترجمہ سید صفدر حسین نجفی صفحہ 86 ۔مصباح الہدیٰ لاہور)

امام مہدی و مسیح موعودؑ

دنیا جانتی ہے کہ اس زمانہ میں صرف جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ وہی امام مہدی اور مسیح ہیں جن کے ظہور کی پیشگوئیاں قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھیں۔

MTA کی نعمت

یہ ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ اس آخری زمانہ میں ایسے وسائل اور ذرائع عطا فرماتا کہ امت واحدہ بنانے کے سامان پیدا ہو جاتے سو خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے مہدی کی جماعت کو MTA کی نعمت سے نوازا۔ کتنے مبارک تھے وہ دن جب امام مہدیؑ کی قائم کردہ جماعت احمدیہ کو اپنے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے بابرکت دور میں جولائی 1992ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ براہ راست ٹیلیویژن پر دکھانے کی توفیق ملی اور پھر 7/ جنوری 1994ء سے باقاعدہ ایم ٹی اے کے نام سے روزانہ سروس کا آغاز کر دیا گیا۔ 1996ء سے ایم ٹی اے کی نشریات چوبیس گھنٹے اور سات دن سے ساری دنیا میں تقریباً ایک درجن زبانوں میں جاری ہیں۔

MTA کی نشریات

ان نشریات میں تلاوت قرآن کریم ترجمہ تفسیر، احادیث نبویہ کے تراجم وتشریح حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات جمعہ مجالس سوال و جواب ، سیرت کے پروگرام، سائنسی پروگرام، زبانیں سیکھنے کے پروگرام صحت سے متعلق پروگرام، کھانے پکانے کے بارے میں پروگرام، گیمز کے پروگرام، تفریحی مقامات کی سیر کے پروگرام وغیرہ شامل ہیں۔

MTA کی آواز شہر شہر گاؤں گاؤں

پہلے تو ذرائع اور وسائل ایسے نہیں تھے۔ خلیفہ وقت کی آوازاس مجمع تک محدود تھی جس جگہ پر خلیفہ وقت خطاب فرمارہے ہوتے۔ لیکن آج ایم ٹی اے کے بابرکت انعام اور انتظام کی وجہ سے یہ آواز اب ہر شہر، ہر گاؤں، ہر گھر میں لاکھوں احمدیوں کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ آنحضورﷺ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ

"پھر ایک ایسی ندا آئے گی جو دور سے اسی طرح انسان سنے گا جیسے وہ نزدیک کی آواز سنتا ہے۔"

MTA کے ذریعہ الہام کا پورا ہونا

ہندوستان کی ایک گمنام بستی "قادیان" سے اٹھنے والی حضرت مسیح موعودؑ کی آواز آج ایم ٹی اے نے تمام دنیا میں پہنچا دی ہے۔ خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ سے کیا ہوا وعدہ کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" ایک شان سے پورا ہوتا ہوا آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

MTA کے ذریعہ دعوت الی اللہ

MTA کے پروگرام ساری دنیا میں جہاں افراد جماعت کی تربیت کے لئے بے انتہا مفید ثابت ہورہے ہیں وہاں دعوت الی اللہ کے لئے بھی غیر معمولی طور پر مؤثر ثابت ہورہے ہیں۔ اس وقت ایم ٹی اے کے چینلز نہ صرف اپنوں کی تربیت کا کام کررہے ہیں بلکہ مخالفین اسلام کا دلائل سے منہ بند کررہے ہیں۔

MTA۔ غلبہ پانے کا ایک ہتھیار

ایم ٹی اے کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمانے کے لئے ایک ہتھیار کے طور پر مہیا فرمایا ہے۔ بہت ساری سعید روحیں MTA کی بدولت جماعت کی طرف کھنچی چلی آرہی ہیں۔ آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں مسیح محمدی کا پیغام نہیں پہنچ رہا۔

دنیا میں درود پھیلانے کا ذریعہ

جب ایم ٹی اے پر درود پڑھا جاتا ہے تو دنیا کے ملکوں کی فضاؤں میں وہ درود پھیل رہا ہوتا ہے۔

MTA جماعت اور خلافت کے تعلق کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانہ میں فاصلوں کی دُوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے MTA کے ذریعہ سے جماعت اور خلافت کے تعلق کو جوڑ دیا ہے۔ اس لئے میرے خطبات اور پروگراموں کو سُنا کریں"۔

(خطبہ جمعہ 27 ستمبر 2013ء)

MTA دینی علمی اور روحانی ترقی کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"پس میں یاد دہانی کروا رہا ہوں، اس طرف بہت توجہ کریں، اپنے گھروں کو اس انعام سے فائدہ اٹھانے والا بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تربیت کے لئے ہمارے علمی اور روحانی اضافے کے لئے ہمیں دیا ہے تا کہ ہماری نسلیں احمدیت پر قائم رہنے والی ہوں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں۔ اب خطبات کے علاوہ اور بھی بہت سے لائیو (Live) پروگرام آرہے ہیں جو علمی، روحانی اور دینی ترقی کا باعث ہیں۔" (خطبہ جمعہ 18۔ اکتوبر 2013ء)

MTA افراد جماعت کی ترقی کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آسٹریلیا میں اپنے خطبہ میں فرمایا:

جماعت لاکھوں ڈالر ہر سال خرچ کرتی ہے اس پر اس لئے کہ جماعت کے افراد کی تربیت ہو۔ اگر افرادِ جماعت اس سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو اپنے آپ کو محروم کریں گے۔ غیر تو اس سے اب بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور جماعت کی سچائی ان پر واضح ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسلام کی حقانیت کا انہیں پتہ چل رہا ہے اور ادراک ہورہا ہے۔ پس یہاں کے رہنے والے احمدیوں کو بھی اور دنیا کے رہنے والے احمدیوں کو بھی MTA سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ ایم ٹی اے کی ایک اور برکت بھی ہے کہ یہ جماعت کو خلافت کی برکات سے جوڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 18/ اکتوبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایم ٹی اے کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ (آمین)

کیا حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے پہلے انسان تھے ؟

(عدنان اشرف ورک)

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً(سورۃ البقرۃ: 31)

قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنائے جانے کا ذکر ہے۔ اس حوالے سے عوام الناس میں بہت غلط اور مبہم عقائد پائے جاتے ہیں عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ جس آدم کو اللہ نے خلیفہ بنانے کا کہا ہے وہ دنیا کا پہلا انسان بھی تھا۔ آدم اور اس کی بیوی حوا کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور ساری دنیا بس ان دو انسانوں سے ہی آگے چلی۔ اس غلط عقیدے کے پھیلنے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے انسان یا پہلے انسانوں کے لیے بھی آدم کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور پہلے نبی کے لئے بھی آدم کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے اس لئے لوگوں نے پہلے نبی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کا پہلا انسان سمجھ لیا۔ یہ عقیدہ قرآن کریم سے ہی غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ قرآن کریم نے انسانی پیدائش اور حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ انسان کی پیدائش مختلف ادوار میں ہوئی ہے اور مختلف ادوار میں اس کی مختلف صورتیں اور حالتیں رہی ہیں اور جہاں بھی انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے وہاں آدم کو نہیں بلکہ جنس انسان کو مخاطب کیا گیا ہے یعنی ان مختلف ادوار میں صرف ایک انسان نہیں بلکہ حسب منشاء الٰہی کئی انسان مرد و عورت پیدا کئے گئے۔ خاکسار اس مضمون میں صرف اس مسئلے کے حل تک محدود رہے گا کہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 30 میں مذکور آدم پہلا انسان نہیں تھا بلکہ پہلے نبی تھے، نیز انسانی پیدائش کے متعلق قرآنی نظریہ کیا ہے اور یہ سارا مضمون انشاء اللہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کرام کے فرمودات پر مبنی ہوگا۔

کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ اس آدم کی اولاد سے ہیں؟

حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مکالمہ ہے جو آپؑ اور ایک آسٹریلوی اسٹر انومسٹ کے درمیان ہوا اس نے حضور سے سوال کیا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ آدم یا یوں کہئے کہ پہلے انسان جیجون سیحون میں پیدا ہوا تھا اور اس کا وہی ملک تھا تو پھر کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ اس آدم کی اولاد سے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا ”ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اس مسئلے میں توریت کی پیروی کرتے ہیں کے چھ سات ہزار سال سے ہیں جب سے یہ آدم (یعنی پہلا نبی) پیدا ہوا تھا۔ اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور خدا گویا معطل تھا اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہے یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے خدا نے یہ فرمایا کہ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً۔ خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کے آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں

کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے سوال کے مناسب حال ایک قول حضرت محی الدین ابن عربی صاحب کا ہے وہ لکھتے ہیں کہ (کشف/خواب میں) میں حج کرنے کے واسطے گیا تو وہاں مجھے ایک شخص ملا جس کو میں نے خیال کیا کہ وہ آدم ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو ہی آدم ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ تم کون سے آدم کے متعلق سوال کرتے ہو آدم تو ہزاروں گزرے ہیں۔" (الحکم جلد12۔30مئی1908ء)

اس آدم علیہ السلام سے پہلے ہزار در ہزار آدم گزر چکے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "غرض اس زمین کے تمام مقدس فرشتوں کے مقدس گروہ نے آدم علیہ السلام سے پہلی قوموں کی بد اطواری اور کافروں، ڈشتوں، ویسیوں، شیطانوں اور آمروں کے برے کام اور بد چلنی دیکھی ہوئی تھی...(فرشتے) غلطی سے سمجھ بیٹھے کہ یہ آدم بھی آدم ہے پہلی قوموں کی طرح فساد قتل اور سفک دماء نہ کرے" نیز حضور لکھتے ہیں "اور امام الائمہ حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جیسے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اس آدم علیہ السلام سے پہلے ہزار در ہزار آدم گزر چکے ہیں۔"

(تصدیق براہین احمدیہ ص119 تا127)

حضرت آدم علیہ السلام روحانی لحاظ سے ابو البشر ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حوالہ سے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے کہ "قرآن کریم کے نزدیک بشر کی پیدائش یکدم نہیں ہوئی اور آدم علیہ السلام سے اس کی ابتدا نہیں ہوئی بلکہ آدم علیہ السلام بشر کی اس حالت کے پہلے ظہور تھے جب سے وہ حقیقی طور پر انسان کہلانے کا مستحق ہوا اور شریعت کا حامل ہونے کے قابل ہوا اور اس وجہ سے گو آدم علیہ السلام روحانی لحاظ سے ابو البشر ہیں کیونکہ روحانی دنیا کی ابتدا ان سے ہوئی اور وہ پہلے ملہم انسان تھے مگر جسمانی لحاظ سے ضروری نہیں کہ وہ سب موجودہ انسانوں کے باپ ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ حصہ انسانوں کا ان دوسرے بشروں کی اولاد ہو جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں موجود تھے۔" (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 294-295)

انسانی پیدائش کے متعلق قرآنی نقطۂ نظر

اس ضمن میں بہتر یہ ہوگا کہ پہلے انسانی پیدائش کے متعلق قرآنی نقطہ نظر کو بیان کیا جائے اس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر میں قرآنی آیات کی روشنی میں انسانی پیدائش کے مختلف ادوار کو بیان کیا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الہام عقل علم اور سچائی کے حصہ پنجم صفحہ 237 تا 293 میں ان قرآنی آیات کے مطابق سائنسی تحقیقات کو بیان کیا ہے لیکن یہاں صرف انسانی پیدائش کے متعلق قرآنی آیات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر:28) یعنی انسانی حیات کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جنّ یعنی بیکٹیریا وغیرہ کو سموم یعنی ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو سے پیدا کیا۔ اس آگ سے مراد سورج کی وہ ڈائریکٹ شعاعیں تھیں جو اس وقت یعنی کروڑوں اربوں سال پہلے اوزون کی تہ نہ ہونے کی وجہ سے ڈائریکٹ زمین پر پڑتی تھیں اور ایک زبردست تابکاری عمل پیدا ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں یہ بیکٹیریاز پیدا ہوئے اور ان کو اپنی زندگی کا وجود قائم رکھنے کے لئے بھی توانائی کی ضرورت رہتی تھی۔ سورۂ رحمان میں بھی اس کا ذکر ہے فرمایا: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اور جنّوں یعنی بیکٹیریاز کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ڈکرسن اور ووز سائنسدان جو ماہر حیاتیات ہیں ان کی تحقیقات اس قرآنی مؤقف کی تائید کرتی ہیں اور یہ بیکٹیریاز یقیناً انسانی پیدائش کے ابتدائی تخلیقی عمل میں معاون ثابت ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ انسانی تخلیقی عمل کے پہلے مرحلے کو بیان کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (فاطر:12) اللہ تعالیٰ نے تم کو خشک مٹی سے پیدا کیا ہے یعنی ایک وقت انسان پر ایسا آیا کہ اس کا ذرہ حیات خشک مٹی میں ملا ہوا تھا (2) اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (السجدۃ:8) وہ خدا ہی ہے جس نے ہر چیز جو اس نے بنائی ہے اس میں اس کی ضرورت کے مطابق نہایت اچھی طاقتیں رکھی ہیں اور انسانی پیدائش کی ابتدا پانی ملی ہوئی مٹی سے کی ہے یعنی خشک مٹی جس میں ذرہ حیات تھا اس میں اس نے پانی ملایا اور ذرہ حیات کے نشوونما کے سامان پیدا کئے۔ قرآن کریم سے ظاہر ہے کہ ذرہ حیات کی نشوونما کا زمانہ وہ ہے جب مٹی میں پانی ملا چنانچہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ (انبیاء:31) ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے پھر کیا وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حیات یعنی زندگی اور اس کے نشوونما کا تعلق پانی سے ہے پس جب تراب کے بعد طین سے انسانی پیدائش کا ذکر کیا تو اس طرف اشارہ کیا کہ ذرہ حیات کی نشوونما کا زمانہ اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ پانی مٹی سے ملا اور اس میں نشوونما کی طاقت پیدا ہوئی۔" (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 291-292)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ۔ وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ۔ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ (الحجر:27تا29)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو گلے سڑے کیچڑ سے بنی ہوئی خشک کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں سے پیدا کیا ہے اور جنوں (یعنی بیکٹیریاز) کو ہم نے اس سے پہلے سخت گرم ہوا کی آگ سے بنایا اور یاد کر جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ میں گلے سڑے کیچڑ سے بنی ہوئی خشک کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ یعنی تیسرے مرحلے میں وہ مٹی جس میں پانی ملا ہوا تھا وہ ان بیکٹیریاز کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے تھے گلی سڑی شکل اختیار کر گیا پھر وہ گلا سڑا مادہ خشک ہو کر کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں کی شکل اختیار کر گیا جیسے آجکل مٹی کے برتن ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا (نوح:18) اور اللہ نے تمہیں زمین سے نباتات کی طرح اُگایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”یہ محض محاورہ نہیں بلکہ درحقیقت انسانی پیدائش کو ایک ایسے دَور میں سے گزرنا پڑا ہے کہ وہ محض نباتات کی صورت میں تھی اور دوسری آیات میں اس منظر کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا (الدھر:2) یعنی انسان اپنی پیدائش میں ایسی منزل سے بھی گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ اس میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جب انسانی تخلیق نباتاتی دور میں سے گزر رہی تھی تو اس میں آواز نکالنے یا آواز سننے کے حواس پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اس نباتاتی زندگی پر مکمل خاموشی طاری تھی۔“

(قرآن کریم مع اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔ فٹ نوٹ صفحہ 1081)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ (السجدۃ:9) پھر اس کی نسل کو ذلیل سمجھے جانے والے پانی کے خلاصے یعنی نطفہ سے چلانا شروع کیا۔ یعنی انسان نے مختلف ارتقائی مراحل طے کر کے موجودہ انسانی شکل اختیار کی اور اس کے بعد انسانی پیدائش کا سلسلہ پانی ملے مٹی سے نہیں بلکہ نطفے یعنی میاں اور بیوی کے ملاپ سے شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت انسان کی پیدائش نطفہ سے ہونا شروع ہو گئی تھی، لیکن اس نطفہ میں وہ صلاحیتیں موجود نہیں تھیں کہ عقل و شعور والے انسان کو پیدا کرتا۔ یعنی انسان تب انسانی شکل میں ہونے کے باوجود جانوروں کی طرح عقل سے عاری تھا اور میاں بیوی کے ملاپ سے فہم و فراست سے عاری انسان پیدا ہوتے تھے بالآخر انسان کے نطفہ نے بھی اپنا ارتقائی مرحلہ طے کیا اور عقل و شعور والے انسان پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اس حوالہ سے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِيۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًاۢ بَصِيۡرًا (الدھر:2) یعنی انسان کو ہم نے مختلف طاقتوں والے نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کو آزمائیں۔ پس ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا یعنی سمجھ بوجھ اور عقل شعور رکھنے والا بنا دیا اور یہی وہ وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے سب سے کامل انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت سونپی۔

پہلا نبی نہ کہ پہلا انسان

اب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ آیت 31 میں جس آدم کا ذکر ہے وہ پہلا نبی تھا نہ کہ پہلا انسان۔ اور یہ کہ اس وقت اَور انسان بھی موجود تھے۔ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً۔ اول تو اس آیت میں جَاعِلٌ کا لفظ آیا ہے خَالِقٌ کا نہیں آیا یعنی میں خلیفہ بنانے والا ہوں خلیفہ پیدا کرنے والا نہیں کہا اور خلیفہ کہتے ہیں خدا کے نمائندے کو۔ نبی خدا کا نمائندہ ہوتا ہے اور نبی ہمیشہ بگڑے انسانوں کی اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ خالی زمین پر اکیلے نبی کو پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض پیدا ہوتا ہے پھر اسی آیت میں آدم کی زوج یعنی بیوی کا بھی ذکر ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے (بیوی) سے استنباط کیا ہے کہ یہ پہلے انسان کے متعلق آیت نہیں ہے بلکہ پہلے نبی کے متعلق ہے کہ جس کی بیوی بھی تھی۔ اس کے علاوہ زوج کا ایک مطلب ساتھی یا قوم کے بھی ہوتے ہیں یعنی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھی یا قوم بھی موجود تھی پھر جہاں پر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالے جانے کا ذکر ہے وہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی اکیلے حضرت آدم یا ان کی بیوی کو نہیں نکالا گیا بلکہ اور لوگ بھی موجود تھے۔ اِهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا (البقرۃ:39) پھر سورۃ الحجر میں ہے کہ جنت سے نکالے جانے کے بعد شیطان آدم اور حوا کو نہیں بلکہ زیادہ انسانوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر سورۃ اعراف 12 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ۔ اس آیت میں كُمۡ کا لفظ یعنی جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم زیادہ انسانوں کو پیدا کیا پھر ہم نے تم زیادہ انسانوں کو اعلیٰ قوتیں بخشی پھر ان انسانوں میں سے زیادہ کامل انسان کو خلیفہ بنایا اور فرشتوں کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 296 اور 297 میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن کریم کی ان دو آیات سورۃ الحجر 29، 30 وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ

مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ اور سورۃ ص 72،73 اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ پہلا بشر حضرت آدم علیہ السلام ہی تھے کیونکہ پہلے بشر کی پیدائش کا ذکر کر کے فرشتوں کو اُس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ سجدے کا حکم حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ہی تھا۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ یہاں آدم کا نہیں بلکہ بشر کی پیدائش کا ذکر ہے اور آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کی پیدائش کے وقت فرشتوں کو بتا دیا تھا کہ میں بشر پیدا کرنے والا ہوں اور جب بشر اپنی پیدائش کے مراحل مکمل کر کے میرا الہام پانے کے قابل ہو جائیں گے تو تم اس کی تائید میں لگ جانا اور سورۃ السجدۃ آیت 9،10 میں ہے کہ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کلام الٰہی نطفہ سے پیدا ہونے والے انسان پر ہوا نہ کہ اس ابتدائی انسان پر جو گیلی مٹی سے بنا تھا اور نطفہ سے پیدا ہونے والا انسان وہی ہو سکتا ہے جس کے پہلے ماں باپ موجود ہوں اور جس کے ماں باپ موجود ہوں وہ پہلا انسان نہیں کہلا سکتا۔

ہم نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا

اب ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ پھر قرآن کریم میں یہ کیوں آیا ہے کہ ہم نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور حدیث میں یہ کیوں آیا ہے کہ عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کیا گیا مثلاً سورۃ النساء آیت 2 میں لکھا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ فرماتے ہیں "اس سے صرف یہ مراد ہے کہ ایک انسان سے بڑی بڑی اقوام پیدا ہو جاتی ہیں اور اولاد اپنے ماں باپ کے اثر کو قبول کر کے وہ کافر ہوں تو کافر مشرک ہوں تو مشرک اور موحّد ہوں تو موحّد ہو جاتی ہیں پس شادی کرتے ہوئے انسان کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے اور اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیے یہ نہ ہو کہ ماں باپ کی غلطیاں اولاد میں پیدا ہو کر ہزاروں لاکھوں انسان گند میں مبتلا ہو جائیں یہ جو فرمایا وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اس کی قسم سے اس کا جوڑا بنایا یعنی بیوی اور میاں ایک ہی جنس میں سے ہوتی ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد اول 302)

اس آیت کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ تمام انسانوں کو ایک ہی قسم کی جنس سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ عجمی کو کسی غیر انسانی جنس سے پیدا کیا گیا ہے اور عربی کو انسانی جنس سے یا عربی کو غیر انسانی جنس سے اور عجمی کو انسانی جنس سے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس آیت کی جو تشریح فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تخلیق انسان کا ایک راز کھولا گیا ہے۔ شروع میں انسان کی پیدائش ایک سیل سے ہوئی ہے اور اس سیل کو قرآن کریم نے نفس واحدہ یعنی مادہ سیل کہا ہے اور اس مادہ سیل سے اس کا نر سیل پیدا ہوا اس سے یہ بات بھی غلط ثابت ہوتی ہے کہ عورت مرد کی پسلی سے پیدا ہوئی کیونکہ قرآن کریم کے مطابق جو پہلا سیل تھا وہ مادہ تھا نر نہیں تھا اور آج کی سائنس بھی اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ عورت کی پسلی سے پیدا ہونے والی حدیث یوں ہے "اِسۡتَوۡصُوۡا بِالنِّسَآءِ فَاِنَّ الۡمَرۡاَۃَ خُلِقَتۡ مِنۡ ضِلَعٍ (مسلم۔ باب الوصیہ بالنساء) یعنی عورتوں سے نیک سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اول تو اس حدیث میں پہلی عورت کے متعلق نہیں بلکہ تمام عورتوں کے متعلق عموماً کہا گیا ہے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس میں پسلی جیسا مزاج ہے اور پسلیاں ٹیڑھی ہوتی ہیں یعنی عورتوں میں ٹیڑھا پن یعنی نزاکت نخرے کی فطرت پائی جاتی ہے۔ آخر پر یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام کے بعض اقتباسات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے اس کی وضاحت یہ ہے کہ آدم کا لفظ پہلے انسان یا انسانوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس لئے بعض اقتباسات میں آدم کا لفظ بطور پہلے انسان یا بعض جگہ پر انسانی پیدائش کی ابتداء سے لے کر آدم کے خلیفہ بننے تک کے مرحلے کا اِجمالاً اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔

☆...☆...☆

بقیہ: شہسوار علم و حکمت اور وہ سلطان القلم صفحہ نمبر 18

آپؑ کے ایک اقتباس کے ساتھ جس سے الٰہی تائیدات کی زبر دست عکاسی ہوتی ہے مَیں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ فرمایا:

"میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جسکو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 3،4)

داڑھی رکھنے کی حکمتیں

داڑھی رکھنا انسانی فطرت میں شامل ہے

(نذیر احمد سانول)

سیّد ولد آدم فخر المرسلین خاتم النبیین رسول مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے ارض و سماء نے بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ مزید تاکید فرمائی ہے کہ اگر کوئی انسان مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو حضرت اقدس محمد ﷺ رسول اللہ سے پیروی کا تعلق پیدا کرے وہ انداز اپنائے جن کو آپؐ نے پسند فرمایا، ان راہوں پر قدم مارے جو نقوش آپؐ نے چھوڑے، وہ راہیں تلاش کرے جو آپؐ نے مقرر فرمائیں۔ اپنا خیال رسول پاکؐ کے خیال کے تابع کرے۔ اپنی سوچ محبوبِ خداؐ کی سوچوں کے نیچے لائے۔ اپنی طرز رحمۃ اللعالمینؐ کی طرز بنائے ہر وہ کام کر گزرے جو آپؐ کیا کرتے تھے۔ اپنی بود و باش، اپنا چال چلن اپنی رفتار و گفتار اور طریق و اطوار وہی رکھے جو ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں ارشاد فرمایا ہے کہ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "رسول خدا جو (نمونہ) تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ"۔ (الحشر:8)

سیرت نگاروں نے جو پیاری شکل و صورت آپ ﷺ کی بیان فرمائی ہے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ آپؐ نے داڑھی مبارک رکھی ہوئی تھی اور آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ جتنے صحابہؓ کی شبیہ کا ذکر ہوا تو داڑھی کا تذکرہ ضرور آیا ہے۔

خلفائے راشدین نے بھی اپنے چہروں کو داڑھی سے مزین کیا ہوا تھا۔ امت محمدیہ میں جتنے اولیاء، صلحاء اور محبان محمد مصطفیٰ ﷺ گزرے ہیں سب کی سیرت میں اس سنت نبویؐ یعنی داڑھی کا ضرور ذکر کیا گیا ہے۔

اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف داڑھی رکھی بلکہ فرمایا "جسے ہمارے ساتھ محبت ہوگی وہ خود رکھے گا ہماری داڑھی ہے"۔ پھر آپ کے خلفائے کرام بھی داڑھی رکھتے ہیں۔

سورۃ طٰہٰ آیت 95 سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ کی بھی داڑھی تھی۔

حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد

مونچھیں ترشوایا کرو یعنی چھوٹی رکھا کرو اور داڑھیوں کو بڑھایا کرو۔

(النسائی)

حدیث شریف میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ

"آپؐ کی ریش مبارک گھنی تھی"

(شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہؐ)

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پراگندہ بال اور بکھری داڑھی والا آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اشارہ سے سمجھاتے ہوئے فرمایا سر کے اور داڑھی کے بال درست کرو۔ جب وہ سر کے بال ٹھیک ٹھاک کر کے آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کیا یہ بھلی شکل بہتر ہے یا یہ کہ انسان کے بال اس طرح بکھرے اور پراگندہ ہوں کہ شیطان اور بھوت لگے۔

(موطأ امام مالک جامع ماجاء فی الطعام والشرب واصلاح الشعر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

داڑھی رکھنے کا مسئلہ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم تو نصیحت کر دیتے ہیں جسے ہمارے ساتھ محبت ہوگی وہ خود رکھے گا۔ ہماری داڑھی ہے اور جو ہمارے ساتھ محبت کرے گا، وہ خود رکھ لے گا۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں داڑھی رکھنے پر کوئی زور نہیں دینا چاہئے۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 38)

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے انسان کو ایسا عمل کرنا چاہئے جس سے اپنے مذہب دین اور شعائر کی عکاسی و ترجمانی ہوتی ہو اور وہ تعارف بن جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اگر تم کسی کو "ہیٹ" پہنے دیکھو گے تو کہو گے وہ دیکھو انگریز بنا

پھرتا ہے لیکن اپنے منہ پر دیکھو تو وہاں انگریزیت پائی جاتی ہو گی داڑھی منڈوائی ہوئی ہو گی تم سر سے انگریز نہیں ہو گے تو منہ سے انگریز بنے ہوئے ہو گے''۔

(فرمودہ 31/ اکتوبر 1949ء بحوالہ مشعل راہ صفحہ 545)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے مردوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یعنی عورتیں مردانہ اور مرد زنانہ لباس اور انداز بودوباش اختیار نہ کریں۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب فی اللباس بالنساء)

داڑھی رکھنے کی حکمتیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

اسلام کے تمام احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور حکم میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ کوئی ایک بھی بغیر مصلحت کے نہیں۔ داڑھی رکھنے میں بھی کئی حکمتیں اور کئی مصالح ہیں۔ یہ جسمانی صحت کے لئے مفید ہے اور جماعتی تنظیم کے لئے بھی بہت فائدہ مند ہے۔ سکھوں کے کیس اور داڑھی پر سختی سے پابند ہونے کی وجہ سے کوئی شخص ان کے مذہب پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ داڑھی اور کیس پر اس قدر سختی سے پابند ہیں اور اس معاملہ میں دخل اندازی کو پسند نہیں کرتے، اگر ان کی کسی مذہبی بات میں دخل اندازی کی تو وہ یقیناً کٹ مریں گے۔ اسی طرح ہماری جماعت میں بھی اسلامی شعائر کو قائم رکھنے کا احساس ہو جائے اور وہ سختی سے اس پر پابند ہو جائے تو یقیناً اس کا بھی لوگوں کے دلوں میں رعب ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ سمجھنے لگ جائیں گے کہ یہ لوگ اپنی بات کے پکے ہیں اور کسی کی رائے کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب یہ لوگ داڑھی کے معاملہ میں اس قدر سختی سے پابند ہیں اور باقی اسلام کے وہ کیوں پابند نہ ہوں گے۔ اگر ہم نے ان کے کسی دینی بات میں دخل اندازی کی تو یہ لوگ مر جائیں گے مگر اپنی بات کو پورا کر کے چھوڑیں گے ۔ اس کے مقابل میں اگر لوگ یہ دیکھیں کہ تم لوگوں کی باتوں سے ڈر کر داڑھی منڈوا دیتے ہو یا چھوٹی کر لیتے ہو تو وہ خیال کریں گے جو لوگ دنیا کی باتوں سے ڈر جاتے ہیں، وہ گورنمنٹ کے قانون اور پولیس کے ڈنڈے سے کیوں مرعوب نہ ہوں گے۔ تمہارا داڑھیوں کے معاملہ میں کمزوری دکھانا جماعت کے رعب اور اثر کو بڑھانے کا موجب نہیں بلکہ رعب اور اثر کو گھٹانے کا موجب ہے۔

(مشعل راہ۔ طبع جدید صفحہ 403)

حضرت مصلح موعودؓ نوجوانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ نوجوانوں کے چہروں سے داڑھیاں غائب ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ دن بدن ان کو چھوٹا کرتے جا رہے ہیں حالانکہ ہم نے خشخشی کی اجازت تو ان لوگوں کو دی تھی جو استرا پھیرتے تھے انہیں کہا گیا تھا تم استرا نہ پھیرو اور چھوٹی چھوٹی خشخشی داڑھی ہی رکھ لو لیکن یہ جواز استرا والوں کے لئے تھا اس پر دوسرے لوگوں نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا اور جن کی بڑی داڑھیاں تھیں ان میں سے بھی بعض نے اس جواز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خشخشی کر لیں حالانکہ یہ جواز کمزوروں کے لئے ہوتا ہے۔ ہمارا مطلب تو یہ تھا کہ جب استرا پھیرنے والے خشخشی داڑھیاں رکھ لیں گے تو ہم انہیں کہیں گے اب اور زیادہ بڑھاؤ اور آہستہ آہستہ وہ بڑی داڑھی رکھنے کے عادی ہو جائیں گے لیکن اس جواز کا الٹا مطلب لیتے ہوئے بعض لوگوں نے داڑھیاں بڑھانے کے خشخشی کر لیں۔

اگر ایک مریض کو ڈاکٹر شوربا پینے کے لئے کہے تو کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ پولیس ڈنڈے لے کر تمام لوگوں کو شوربا پینے پر مجبور کرے کہ ڈاکٹر کا حکم ہے کہ شوربا دینا چاہئے۔ ڈاکٹر کا حکم تو مریض کے متعلق ہے نہ کہ دوسروں کے لئے چونکہ لوگ داڑھی منڈوانے کے عادی ہوتے ہیں وہ یکدم داڑھی نہیں رکھ سکتے اس لئے ہم نے ان کو اجازت دے دی کہ اچھا تم خشخشی رکھ لو اس سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ جن کی داڑھیاں بڑی ہیں وہ بھی خشخشی کر لیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 فروری 1945ء بحوالہ مشعل راہ صفحہ 401)

ایک نومبائع انگریز کی مثال

اچھے کام سے شرمانا بزدلی ہے اور دینی احکام سے روگردانی کرنا ایمانی کمزوری ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''پھر کتنے شرم کی بات ہے کہ ایک انگریز جو یہاں مسلمان ہوا۔ اس نے تو مسلمان ہونے کے بعد داڑھی رکھ لی حالانکہ انگریزوں میں سب ہی داڑھی منڈواتے ہیں۔ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قربانی کا ثبوت دیا کہ میں اسلام کے احکام پر عمل کر کے دکھا سکتا ہوں۔ اس کو اس کے ملک کے لوگوں نے حیرت کی نظر سے دیکھا اور ولایت کے اخباروں میں اس کے متعلق نوٹ بھی شائع ہوئے۔ بعض لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم داڑھی رکھتے ہو لیکن لباس انگریزی پہنتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ کپڑوں کے متعلق مجھے اسلام نے کوئی

خاص حکم نہیں دیا اور نہ اسلام مجھے ان کپڑوں کے پہننے سے منع کرتا ہے لیکن اسلام مجھے داڑھی رکھنے کا حکم دیتا ہے اس لئے میں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے...... لوگوں کو تمہارے اندرونے کی صفائی کے متعلق کیا علم ہو سکتا ہے ان کی نظر تو ظاہر پر ہی پڑتی ہے۔ اگر تم ظاہر کو درست نہیں کرتے تو لوگ تمہارے دلوں کی صفائی کے بھی قائل نہیں ہو سکتے۔"

(خطبہ جمعہ 14 فروری 1945ء بحوالہ مشعل راہ صفحہ 402)

پھر فرمایا:

"بہت سے نوجوان اس مرض میں مبتلا ہیں کہ وہ مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے سروں کے بال، اپنی داڑھیوں اور اپنے لباس میں مغرب کی نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی شکل کافروں والی بن جاتی ہے اور رسول ﷺ فرماتے ہیں مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو شخص اپنی ظاہری شکل کسی اور قوم کی طرح رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی جب ہم کسی کو دیکھیں گے کہ اس کی شکل ہندوؤں سے ملتی ہے یا عیسائیوں سے ملتی ہے تو ہمیں اس پر اعتبار نہیں آئے گا اور ہم سمجھیں گے کہ یہ بھی انہیں سے ملا ہوا ہے اور جب ہمیں اعتبار نہیں آئے گا تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی ذمہ واری کا کام اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا اور اس طرح وہ نیکی کے بہت سے کاموں سے محروم ہو جائے گا۔ پس میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ مومن دل اور مومن شکل بنائیں۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 339)

آپ نے مزید فرمایا:

پس میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں داڑھی کے متعلق خوب پراپیگنڈہ کریں۔ خدام نوجوانوں کو سمجھائیں اور انصاراللہ بڑوں کو سمجھائیں اور یہ کوشش کی جائے کہ جو شخص داڑھی منڈواتا ہے، وہ خشخشی داڑھی رکھے اور جو خشخشی رکھتا ہے وہ ایک انچ یا آدھ انچ بڑھائے پھر ترقی کرتے کرتے سب کی داڑھی حقیقی داڑھی ہو جائے۔

(مشعل راہ جلد نمبر اول صفحہ نمبر 402)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پیاری سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سالِ نو کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجَوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ (معجم الصحابہ)

اے اللہ! اس (سال) کو ہمارے اوپر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ۔ اور رحمان (خدا) کی رضا اور شیطان سے بچاؤ کے ساتھ داخل فرما۔ آمین

شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن کی جانب سے تمام احبابِ جماعت کو سالِ نو مبارک ہو!

تبرکات

مذہب اور سائنس

(قسط نمبر 4)

کیا مذہب سے وہم پیدا ہوتا ہے

اعتراض کیا جاتا ہے کہ مذہب کے بعض نظریات کی بناء چونکہ مادیات پر نہیں ہوتی اِس لئے انسان ہر لغو بات خواہ وہ عقل کے خلاف ہی ہو مان لیتا ہے جس سے اس کی قوت استدلال کمزور ہو جاتی ہے اور وہم بڑھ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب سے وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ مذہب کی بناء یقین پر ہے۔ اگر وہم ہو تو پھر اتنا وہم سائنس سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ملائکہ کا وجود، بعث بعد الموت، اللہ تعالیٰ کا وجود ان سب کا ثبوت مادیات سے نہیں ملتا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہب لغو باتیں منواتا ہے کیونکہ اگرچہ وہ نظریات جو عقل سے بالا ہوں، ان کو منواتا ہے مگر دلیل سے۔ مذہب کی سچائی کے لئے ضروری ہے کہ جو امور مادیات سے بالا ہوں ان کے لئے دلیل دے۔ پس اسلام نے اللہ تعالیٰ کی ہستی، ملائکہ کا وجود وغیرہ کے لئے دلائل دیئے ہیں۔ لہٰذا وہم پیدا نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ آپ نے وہم کا ازالہ کیا۔ حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم جب فوت ہوئے تو اُس دن اتفاقاً سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ نے کہا: حضورؐ کے صاحبزادہ کی وفات پر سورج نے بھی افسوس کیا ہے اور اس کو صدمہ ہوا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو قانون طبعی کے ماتحت ہے اس کا میرے بیٹے کی وفات سے کیا تعلق؟ گویا اس طرح آپ نے اپنے عمل سے وہم کا ازالہ کیا نہ کہ اُسے پیدا کیا۔

مگر اس کے مقابلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس سے وہم پیدا ہوتا ہے۔ جیساکہ علم الجراثیم (Bacteriology) کی ترقی سے ہوا ہے۔ طب کہتی ہے ہر جگہ جراثیم ہیں۔ ڈاکٹر ذرا ذرا سی بات پر خوف کھاتے اور بار بار ہاتھ دھوتے رہتے ہیں۔ طب کا مطالعہ کیا جائے تو جس مرض کا حال پڑھو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ مرض ہم کو ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ان عام علامات (General Symptoms) کی وجہ سے جو ہر مرض میں مشترک ہوتی ہیں اور ہر انسان میں کم و بیش پائی جاتی ہیں خیال کر لیتا ہے کہ مجھ میں یہ مرض ہے حالانکہ اس مرض کی خاص علامات (General Symptoms) اس میں موجود نہیں ہوتیں۔

اسلام نے اس قسم کے وہم کو جو کمزوری دماغ کا نتیجہ ہوتا ہے دُور کیا ہے۔ وہم ہمیشہ غلوّ سے ہوتا ہے مگر اسلام نے ہر بات میں میانہ روی سکھلا کر وہم کا ازالہ کیا ہے۔ فرمایا: نماز میں میانہ روی اختیار کرو ہر وقت نماز نہ پڑھتے رہو۔ اور تین وقت نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراھیة الصلوٰۃ بعد العصر وبعد الفجر) پھر فرمایا: جو روزانہ روزہ رکھے اس کو دوزخ ملتی ہے۔ (مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الصوم الدھر میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں "لا صیام من صام الابد")

مگر روزہ تو خدا کے لئے رکھا جاتا ہے اس کے بدلہ میں دوزخ کیسی۔ اس کی غرض بھی صرف وہم کو دُور کرنا تھی۔ کیونکہ غلوّ کرنے سے دماغ کمزور ہو کر وہم پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا: وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (بخاری کتاب الصوم باب حق الاہ فی الصوم) تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اس لئے نفس کشی نہ کرو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو صحابی آپس میں بھائی بھائی بنے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے گیا تو دیکھا۔ اس کی بیوی متبذّل حالت میں ہے۔ وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا تمہارے بھائی کو میری کچھ حاجت نہیں۔ وہ تو ہر روز دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے۔ صحابی نے اپنے دوست سے کہا۔ دیکھو تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق دینا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی اس کے قائم اللیل اور صائم الدھر رہنے کو ناپسند فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ کوئی شخص ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھ سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ عبادت یہ ہے کہ آدھی رات سوئے اور آدھی رات نماز پڑھے۔ (بخاری کتاب الصوم باب حق الاھل فی الصوم) گویا ہر بات میں میانہ روی سکھائی تاکہ وہم پیدا نہ ہو۔

مذہب سائنس کیوں نہیں بتاتا

سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے تو پھر وہ سائنس کیوں نہیں بتاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ در حقیقت ایسا ہی چاہئے تھا کہ مذہب سائنس بیان نہ کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدۃ:102) یعنی اے ایمان والو۔ ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کرو جن کے بتا دینے سے تمہیں نقصان ہو۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ خدا کی بتائی ہوئی بات سے نقصان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہمیں تو بتا دینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا دماغی ارتقاء مٹ جائے گا۔ پس ہماری ذہنی ترقی کو قائم رکھنے کے لئے مذہب نے سائنس نہیں بتائی۔ ہاں ضروری باتیں بتا دی ہیں جو ایجاد سے معلوم نہ ہو سکتی تھیں یا دیر سے معلوم ہوتیں۔ مگر ہر ایک بات بتا دینے سے ہمارے

ذہنی ارتقاء کو نقصان ہوتا۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ جس کا ذہنی ارتقاء بند ہوا وہ قوم مٹ گئی۔ مومن کے دو دن بھی برابر نہیں ہوتے بلکہ وہ ہر روز ترقی کرتا ہے۔ اگر مذہب ساری کی ساری باتیں بتا دیتا تو انسان ذہنی طور پر اسی دن مر جاتا کیونکہ اس کا ذہنی ارتقاء بند ہو جاتا۔ اس لئے مذہب میں اصول کو لے لیا گیا ہے اور جزئیات میں اجتہاد کی گنجائش رکھ دی ہے تا کہ انسان کا ذہنی ارتقاء بند نہ ہو۔

کیا مذہب ذہنی ارتقاء بند کرتا ہے

کہا جائے گا اگر ذہنی ارتقاء کے لئے ضروری تھا کہ مذہب سائنس بیان نہ کرے تو خود مذہب میں علمی ارتقاء کو کیوں بند کر دیا گیا ہے۔ مذہب نے کیوں الہام کے ذریعے تعلیم دی۔ کیوں نہ ہم پر ان باتوں کو چھوڑ دیا تا کہ ہم خود سوچتے اور غور و فکر کے بعد انہیں حاصل کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب کے بہت سے مسائل کی بنیاد رضاء الٰہی پر ہے نہ کہ سائنس کی طرح شواہد پر۔ اور رضاء کا علم وہ خود جانتا ہے سائنس نہیں بتا سکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے کسی دوست سے ملنے جائے اور جا کر خاموش رہے تو اس کا دوست کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ میرا مہمان کیا کھائے گا۔ ہاں مہمان اگر خود منہ سے بولے کہ میں فلاں چیز پسند کرتا ہوں تو میزبان کو اس کی رضاء کا علم ہو سکتا ہے پس رضاء الٰہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ الہام ہے۔

پھر مذہب کا تعلق ابد الآباد زندگی سے ہے اور سائنس کا صرف موت تک۔ اِس لئے سائنس کی ایجادوں مثلاً ریل اور لاسلکی کی عدم موجودگی میں انسان کو نقصان نہ تھا۔ مگر دین کے بغیر اس کے کامل ہونے سے پہلے ہی دنیا تباہ ہو جاتی اور اخلاق فاضلہ اور روحانیت کے متعلق تجربے کرتے کرتے لاکھوں آدمی دوزخ میں چلے جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اصولی باتوں کا علم جو عقل سے بالا تھیں الہام کے ذریعہ دیا اور جزئیات کو ہمارے عقلی اجتہاد کے لئے چھوڑ دیا۔

علاوہ ازیں بعض مسائل نیچرل قوانین سے بالا ہیں۔ مثلاً صفاتِ الٰہی، ملائکہ کا وجود، بعث بعد الموت وغیرہ۔ ان کو عقل اور سائنس سے معلوم کرنا مشکل تھا۔ یہاں پر عقل بالکل اندھی تھی۔ اور اگر کچھ ثابت کرتی تو زیادہ سے زیادہ یہ بتاتی کہ خدا اور ملائکہ کا وجود ہونا چاہئے نہ یہ کہ واقعی موجود ہے۔ کیونکہ ''ہونا چاہئے'' تو عقل سے ہو سکتا ہے مگر ''ہے'' کے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے جو الہام کے بغیر ممکن نہیں۔ اِن وجوہات سے الہام کی ضرورت تھی۔

سائنس اور مذہب کا دائرہ الگ الگ ہے

سائنس کا اثر مادیات پر ہے اور مذہب کا تعلق مافوق المادیات پر۔ مذہب میں یہ چھ باتیں داخل ہیں۔ اخلاق، تمدن، سیاست، الوہیت، روحانیت، حیات بعد الموت۔

اب یہ ساری کی ساری باتیں مادیات سے بالا ہیں اِس لئے سائنس کے شواہد سے ان پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ پس امور مذہبی کی قطعی تحقیق سائنس سے نہیں ہو سکتی۔ مثلاً خدا کا وجود ہے۔ اب یہ وجود چونکہ مادیات سے بالا ہے اِس لئے اس کی ہستی کا ثبوت اور اس کی صفات کا علم سائنس کے تجارب سے نہیں مل سکتا۔ ہاں الہام کے ذریعے اس کی صفات کا علم ہو سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ خدا کا وجود سائنٹیفک تجربات کے خلاف ہے غلط ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ سائنس کے تجارب سے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

سائنس خدا کی نفی نہیں کرتی

پس سائنس دان یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں سائنس کے تجربات سے معرفت الٰہی کا کچھ پتہ نہیں چلا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ سائنس کی تحقیق خدا کے وجود کی نفی کرتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں گے تو خود گرفت میں آئیں گے۔ اس لئے کہ پروفیسر ہکسلے (Huxley)[ہکسلے Thomas Henry Huxley۔ (1825ء۔1895ء)انگریز حیاتیات دان اور ڈارون کا حامی۔ ڈارون کے نظریات کا محافظ ہونے کی وجہ سے زیادہ شہرت پائی۔] جس نے Agnosticism (دہریت) کی بنیاد ڈالی ہے اس نے یہ نہیں کہا کہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کوئی نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ سائنس کی تحقیقات سے خدا کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور یہ ہے بھی درست۔ کیونکہ سائنس تو وہاں تک پہنچتی نہیں۔ وہ وجود تو فوق المحسوسات ہے اور سائنس کا دائرہ مادیات اور محسوسات تک محدود ہے۔ پس وہ اس کے متعلق تحقیق کر ہی نہیں سکتی۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ریل کے ذریعے کابل جانا چاہے اور راولپنڈی سے ٹرین میں بیٹھ جائے مگر آخر ناکام ہو کر یہ نتیجہ نکال لے کہ کابل کوئی شہر ہی نہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ کابل جانے کا یہ طریق ہی غلط تھا کیونکہ ریل تو وہاں تک جاتی ہی نہیں۔ اسی طرح سائنس دانوں نے سائنس کے تجربات سے خدا کا پتہ لگانا چاہا اور وہ ناکام ہوئے۔ محض اس لئے کہ سائنس وہاں جاتی نہیں اس کا دائرہ اس سے بہت نیچے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں

عزیز احتشام احمد عبد اللہ واقف نَو کا ذکر خیر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ نومبر 2020ء میں مرحومین کے ذکر خیر میں عزیز احتشام احمد عبد اللہ کا ذکر خیر درج ذیل الفاظ میں فرمایا:

تیسرا جنازہ مربی فخر احمد فرخ صاحب کے بیٹے احتشام احمد عبد اللہ کا ہے۔ یہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا اپنے والد کے ساتھ ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے اور یہ آجکل فرسٹ ایئر میں پڑھ رہے تھے اور موصی تو نہیں تھے لیکن وصیت فارم فل (Fill) کیا تھا جمع نہیں کرایا تھا۔ بہرحال اگر فارم فل تھا تو کارپرداز اس پہ کارروائی کر سکتی ہے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بیٹا بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ نیک، صالح اور تابعدار تھا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ نمازوں کا پابند تھا۔ زعیم صاحب خدام الاحمدیہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا اور ڈیوٹی وغیرہ بڑی خوش اسلوبی سے دیتا تھا اور جس دن اس نے وفات پائی اس دن بھی اس نے مسجد میں ڈیوٹی دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

☆...☆...☆

شعبہ وقف نو فرانس کے زیر اہتمام
آن لائن علمی مقابلہ جات کا انعقاد

(رپورٹ: چوہدری مقصود الرحمٰن۔ نیشنل سیکرٹری وقف نو فرانس)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ فرانس کے شعبہ وقف نو کو فرانس میں Covid-19 کی دوسری لہر کی وجہ سے lockdown کے دوران SKYPE کے ذریعہ اپنے علمی وتربیتی پروگرامز جاری رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں 31/اکتوبر اور یکم نومبر 2020ء کو واقفین نو اور واقفات نو فرانس کے چند علمی مقابلہ جات ہوئے۔ مشنری انچارج فرانس مکرم نصیر احمد شاہد صاحب کی رہنمائی میں شعبہ وقف نو فرانس نے کچھ علمی مقابلہ جات کا پروگرام بنایا۔ سکائپ پر لوکل سیکرٹریان وقف نو فرانس کی ایک میٹنگ بلائی گئی اور یہ طے پایا کہ مقابلہ جات مکمل طور پر آن لائن ہوں گے۔ بچے سکائپ کے ذریعہ وقت مقررہ پر اپنی عمر کے مطابق گروپس join کریں گے اور جج صاحبان بچوں کی قابلیت کا جائزہ لیں گے۔ واقفین اور واقفات کے لیے تمام انتظامات علیحدہ علیحدہ کیے جائیں گے۔ (یاد رہے کہ اس سے قبل بچوں بچیوں کی ہفتہ وار کلاسز بھی اسی طرح چھوٹے چھوٹے گروپس کی شکل میں باقاعدگی سے سکائپ پر ہو رہی ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک)

نیز طے پایا کہ 7 سے 14 سال کے بچوں کے تلاوت، نظم اور حفظ قرآن کے مقابلے ہوں گے بچے بچیاں اپنی عمر کے مطابق نصاب میں دیا ہوا حفظ قرآن مکمل کریں گے اور نظمیں یاد کریں گے۔ جبکہ 15 سال سے زائد عمر کے بچوں بچیوں کا اردو فرنچ تقریر کا مقابلہ ہو گا۔ ملکی حالات کے پیش نظر ”وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے“ کا موضوع خاص طور پر عناوین میں شامل کیا گیا تھا۔

مقابلہ جات میں شمولیت کا دعوت نامہ اور ٹائم ٹیبل بچوں تک پہنچا دیا گیا۔ اس کے علاوہ لوکل سیکرٹریان اور صدران کے ذریعہ بھی باقاعدگی سے رابطہ رکھا گیا۔ الحمدللہ۔ نتائج مرتب کرنے کے لیے آن لائن فارم مکرم اسامہ صاحب مربیٔ سلسلہ نے تیار کیا نیز جج کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ اسی طرح مکرم منصور احمد مبشر صاحب (مربی سلسلہ)، مکرم بلال اکبر صاحب (مربی سلسلہ)، مکرم عطاء العلیم صاحب صدر جماعت Lyon اور مکرم مشنری انچارج صاحب نے واقفین کی علمی قابلیتوں کی جانچ کا فرض نبھایا۔ لجنہ اماء اللہ کی معاونات برائے وقف نو نے بہت محنت، لگن، اخلاص اور ذمہ داری سے تمام پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ سبھی والدین نے خصوصی جوش و خروش، تعاون اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

شامل ہونے والے واقفین کی کل تعداد 32 واقفات کی کل تعداد 29 اور منتظمین و منتظمات کی کل تعداد 24 رہی۔

خاکسار معاونت فراہم کرنے والے تمام احباب و خواتین نیز مربیان کرام کا تہ دل سے مشکور ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو بہترین اجر سے نوازے۔ اللہ کرے کہ یہ بچے جماعت کا قیمتی سرمایہ اور خلافت احمدیہ کے بہترین خادم ثابت ہوں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

☆...☆...☆